كتابُ الولاية

از كتاب دعائم الاِسلام حصّہ اوّل

تاليف

سيدنا القاضي ابو حنيفة النعمان بن محمد بن منصور

کتابُ الولایة

از : کتاب دعائم الاسلام حصّہ اوّل

تالیف

سیّدنا القاضی ابوحنیفہ النّعمان بن محمّد بن منصور

تحقیق

آصف بن علی اصغر فیضی

مترجم

پروفیسر ڈاکٹر

علّامہ نصیرالدّین نصیرؔ ہونزائی

دانشگاہِ خانۂ حکمت پاکستان

INSTITUTE FOR SPIRITUAL WISDOM (I.S.W.) U.S.A.

www.monoreality.org

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

ISW
LS
Institute for
Spiritual Wisdom
and
Luminous Science
Knowledge for a united humanity

ISBN 190344024-6

Published by:
International Book House Gilgit

انتساب

مہدی علی ولد قاسم علی دھنجی اور ناہید مہدی علی ہمارے ان عزیزوں میں سے ہیں جنہوں نے بہت ہی کم مدت میں علمِ حقیقی کے فروغ کے لئے عالیشان خدمات انجام دے کراس ادارے کی تاریخ میں اپنے نام کو زندۂ جاوید کر دیا ہے، اپنی طبعیت کی پاکیزگی، عشقِ مولا اور علم دوستی جیسی بے مثال صفات کے باعث یہ دونوں عزیزان ہمارے دوستوں میں بڑی پسندیدہ شخصیات تصور کیے جاتے ہیں۔ امام شناسی جیسی اہم کتاب کی سرپرستی کے بعد ان فرشتگانِ ارضی نے اسمٰعیلی ادب کی ایک درخشان کتاب دعائمُ الاسلام سے کتابُ الولایہ جیسے بنیادی جز، جسمیں جماعت کے لئے علم و حکمت کی لازوال دولت موجود ہے، کی اشاعت کی سرپرستی قبول کر کے اسمٰعیلی عالم کے لئے ایک اور پرُ حکمت دسترخوانِ علمی بچھا دیا ہے، جسکی گوناگون برکتیں انکی جانب ہزار گنا ہو کر پلٹتی رہینگی۔ خداوندِ کریم اِن عزیزان اور انکے فرزندان، ایل۔ اے۔ ایس رحیم مہدی اور ایل۔ اے۔ ایس عبدالکریم مہدی کو سعادتِ دارین سے نوازے۔ آمین یاربّ العالمین!

فہرستِ عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
ز	عرضِ مترجم	۱
۳	اسلام کے سات ستون	۲
۴	[کتابُ ولایۃ]: ایمان کا بیان	۳
۲۴	ایمان اور اسلام میں فرق کا بیان	۴
۲۸	امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کا بیان	۵
۳۹	ائمۂ اہلِ بیتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی ولایت کا بیان	۶
۵۶	اس امر کا بیان کہ محمد اور آلِ محمد صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین پر جو آپؐ کے اہلِ بیت ہیں صلوات بھیجنا واجب ہے، نیز ان کے درمیان انتقالِ امامت اور اس بات کا بیان کہ وہ محمدؐ کی امت میں شامل ہیں	۷
۷۵	اس بات کا بیان کہ آلِ محمد صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین میں ہونے والے ائمہ توقیفی [خدا اور رسولؐ کی طرف سے مقرر	۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	کردہ] ہیں	
۹	ائمہ صلواتُ اللہ علیہم کے مراتب اور ان کے احوال، نیز ان کی ان لوگوں سے بیزاری جو انہیں اپنا مقام نہیں دیتے ہیں اور ان لوگوں کی تکفیر کا بیان جو ان کے بارے میں الحاد کرتے ہیں	۹۰
۱۰	ائمہ صلواتُ اللہ علیہم کی وصیتوں، ان کے اولیاء، ان کے اوصاف اور ان کی معرفت کا بیان	۱۰۷
۱۱	ائمۂ آلِ محمد صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی محبت اور ان کی دوستی کی ترغیب کا بیان	۱۲۶
۱۲	حصولِ علم کی ترغیب وتشویق اور طالبانِ علم کے فضائل کا بیان	۱۴۸
۱۳	اس امر کا بیان کہ علم کس سے حاصل کرنا واجب ہے اور کس سے دوری اختیار کرنی چاہئے اور اس کی بات کو رد کرنا چاہئے	۱۵۶

عرضِ مترجم

زیرِ نظر کتاب سیّدنا ابوحنیفہ نعمان بن محمد معروف بہ قاضی نعمان (متوفی ۳۶۳ھ / ۹۷۴ء) کی مشہور و معروف کتاب ''دعائمُ الاسلام'' کی پہلی جلد کے بابِ اوّل یعنی ''کتابُ الولایہ'' کا اردو ترجمہ ہے، سیّدنا قاضی نعمان کا تعلق فاطمی دور سے تھا جو اسماعیلی تاریخ کا سنہرا دور شمار ہوتا ہے، سیّدنا نے چار فاطمی اماموں کی بے لوث خدمت کی ہے جن میں امام مہدیؑ، امام قائمؑ، امام منصورؑ اور امام معزؑ شامل ہیں، امام معزؑ نے آپ کو مصر کے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا تھا جو فاطمی عدلیہ کا سب سے اعلیٰ منصب ہے۔

کتاب دعائمُ الاسلام سیّدنا کی مشہور و معروف اور انتہائی اہم تصنیف شمار ہوتی ہے، یہ کتاب فاطمی فقہ پر دستیاب معتبر ترین کتاب ہے اور اس میں موجود تمام روایتوں کا سرچشمہ خاندانِ آلِ محمد صلوٰت اللہ علیہم اجمعین ہے۔

یہ کتاب مشہور عالم اور محقق آصف بن علی اصغر فیضی کی تصحیح کے ساتھ ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء میں دارُ المعارف بمصر سے شائع ہوئی تھی، ۱۹۶۴ء میں جناب شکیب مبارکپوری نے اس کا اردو ترجمہ ادارۂ ادبیات فاطمی بدری روڈ سورت سے شائع کیا۔

جناب شکیب مبارکپوری نے اس اہم کتاب کا اردو میں ترجمہ کر کے

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

ہر چند کہ اردو خوان طبقہ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے، مگر افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ اس ترجمے میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں، چنانچہ کسی علمی کام کیلئے تحقیق کرتے وقت عربی متن کی غیر موجودگی میں ترجمے پر انحصار کرنا تقریباً ناممکن نظر آیا، ترجمہ کی غلطیوں کے علاوہ ائمہؑ سے منسوب روایات کے اندراج میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے، مثلاً ارکانِ اسلام کے بارے میں جو مشہور حدیث ہے وہ امام ابوجعفر محمّد بن علیؑ یعنی امام محمّد باقرؑ سے مروی ہے جبکہ ترجمہ میں اس روایت کو امام جعفر صادقؑ سے منسوب کیا گیا ہے، ایسی کئی مثالیں ہیں جن کا ذکر کرنا غیر ضروری ہے، چنانچہ کتاب دعائم الاسلام کے اس اہم باب کے ایک نئے ترجمے کی ضرورت مسلّمہ تھی۔

کتابُ الولایہ کو دعائم الاسلام کی روح کی حیثیت حاصل ہے، اس اہمیت کے پیشِ نظر سیّدنا نے فاطمی فقہ کے اس شاہکار کے آغاز میں اس باب کا اضافہ کرنا ضروری اور لازمی سمجھا ہے، کتابُ الولایہ میں ائمۂ آلِ محمّدؑ کی سند پر نظریۂ امامت سے تعلّق رکھنے والے بہت سے بنیادی عقائد پر جس دلنشین اور مدلّل انداز میں بحث کی گئی ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے، اس باب کی اس اہمیت کے پیشِ نظر عرصۂ دراز سے دل میں اس کا ایک مستند و معتبر اردو ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ موجود تھا، مگر ابتک اس ارادے کو عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں ہوا تھا، چونکہ باری تعالیٰ کی مشیّت میں ہر چیز اور ہر کام کیلئے ایک خاص وقت مقرر ہوتا ہے جس میں نہ تقدیم ممکن ہے، نہ تاخیر، لہٰذا بفضلِ خداوند وہ وقتِ سعید آ پہنچا اور ہم نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔

امید ہے کہ قارئینِ کرام اس گرانمایہ کتاب کے علمی خزانوں سے خود کو

مالامال کریں گے اور اس بنیادی عقیدے کو ذہن نشین کریں گے کہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے سب سے پہلے آلِ محمدؑ کی ولایت کی طرف رجوع کرنے اور اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ الحمد للّٰہ علیٰ منّہ واحسانہ۔

نصیر الدّین نصیؔر (حُبِّ علی) ہونزائی

کراچی

۲۵ مئی ۲۰۰۳ء

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ

وَبِہٖ نَستَعِینُ فِیْ جَمِیعِ الْاُمُورِ۔

اور ہم تمام کاموں میں اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اسْتِفْتَاحاً بِحَمْدِہٖ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِہٖ وَ عَبْدِہٖ وَعَلیٰ الْاَئِمَّۃِ الطَّاھِرِیْنَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

امّا بعد، جب [دین میں] دعوے اور آراء بکثرت پیدا ہو گئے، مذاہب اور خواہشات میں اختلاف پیدا ہوا، باتیں گڑھی گئیں، امّت فرقوں اور گروہوں میں بَٹ گئی، اکثر سنّتیں پرانی ہو کر مِٹ گئیں، نئی بدعتیں ظاہر ہو کر عروج حاصل کر گئیں، اور گمراہ فرقوں میں سے ہر فرقے نے کسی جاہل کو اپنا پیشوا بنا لیا، اور اس کے کہنے پر [امّت نے] حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیا، اور یہ [سب کچھ] اس کی تقلید اور اس کے حکم کی پیروی میں کیا، کتاب وسنّت سے کسی دلیل کے بغیر، اور ائمہ اور امّت کے کسی اجماع کے بغیر، تو اس وقت ہمیں رسول کا یہ قول یاد آیا'' بلاشبہ تم ہو بہو ان امّتوں کے نقشِ قدم پر چلو گے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئی ہیں تو تم بھی اس میں داخل ہونگے'' نیز ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ'' تم سابقہ امّتوں کی پیروی ہو بہو قدم بقدم اس حد تک کروگے کہ اگر وہ کسی بھڑ کے چھتے میں داخل ہوئی ہیں تو تم بھی اس میں داخل ہونگے'' پس امّت کا حال ماسوا ان لوگوں کے جن کو اللہ نے اپنی طاعت، اپنے

رسول کی طاعت اور اپنے ان اولیاء کی طاعت کے ذریعے بچالیا ہے جن کی طاعت کو اس نے فرض کیا ہے، ان گزشتہ امّتوں جیسا ہوا ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے: اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۹:۳۱)۔

ترجمہ: اُن لوگوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور اپنے زاہدوں کو ربّ بنا رکھا ہے۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: خدا کی قسم، لوگوں نے نہ ان [علماء و مشائخ] کے لئے روزہ رکھا تھا نہ ان کی طرف [منہ کر کے] نماز پڑھی تھی بلکہ [اصل بات یہ ہے کہ] انھوں نے حرام کو ان کے لئے حلال بنا دیا تو وہ اسے حلال سمجھ بیٹھے، اور [حلال چیزوں کو] ان کے لئے حرام کر دیا تو انھوں نے بھی ان کو حرام قرار دیا۔

نیز رسول اللہؐ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہوں تو [اسوقت] عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے، اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

جب ہم نے دیکھا کہ صورتِ حال ایسی ہی ہوگئی ہے جس کا ذکر ہم نے کیا تو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک جامع اور مختصر کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جسے یاد کرنا آسان ہو اور وہ سب کے دسترس میں ہو، اور اس میں جو کچھ مختصراً کہا گیا ہے وہ بہت سی طول وطویل باتوں سے بے نیاز کرے، اس [کتاب] میں ہم ان روایات میں سے جن میں راویوں نے اختلاف کیا ہے صرف صحیح اور ثابت روایات پر اکتفا کریں گے جو ارکانِ اسلام اور حلال وحرام کے بیان نیز قضایا اور احکام کے بارے

میں ائمۂ اہلِ بیتِ رسول اللہؐ سے مروی ہیں۔

اسلام کے سات (۷) ستون:

ابو جعفر محمّد بن علیؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد سات ستونوں پر ہے، اوّل ولایت ہے جو سب سے افضل ہے، اور اسی ولایت اور ولی [یعنی امام] کے ذریعے ہی دوسرے ستونوں کی معرفت تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے۔ دوم طہارت، سوم صلوٰۃ، چہارم زکواۃ، پنجم صوم، ششم حج، ہفتم جہاد۔

پس یہی اسلام کے ارکان ہیں جن کا ذکر ہم انشاء اللہ ایمان کے بیان کے بعد کریں گے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی بھی عمل قبول نہیں کرتا، اور اس کے نزدیک صرف وہی شخص پاک ہوتا ہے جو اہلِ ایمان میں سے ہے، اس کے بعد حلال وحرام اور قضایا اور احکام کا ذکر تفصیل سے کریں گے، کیونکہ ان میں ایسی عبادات اور واجبات شامل ہیں جن کا تعلق خرید و فروخت، کھانے پینے کی اشیاء، طلاق و نکاح، میراث وشہادت اور فقہ کے دیگر تمام ثابت اور واجب امور سے ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے مدد کے طالب ہیں اور ہماری آرزو ہے کہ وہ ہمیں اس چیز کی توفیق دے جو اس کے نزدیک پاکیزہ ہے اور ہمیں اس سے قریب لاتی ہے، وہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

[کتاب الولایۃ]

ایمان کا بیان:

[امام] جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ ایمان زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور ارکان پر عمل سے عبارت ہے، اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی ایمان درست نہیں ہے، مرجیہ کا یہ گمان درست نہیں ہے کہ ایمان بغیر عمل کے صرف قول یعنی اقرار کا نام ہے، اور نہ جماعتِ عامہ کا یہ قول درست ہے کہ ایمان صرف قول و عمل ہے۔ مرجیہ کا یہ قول کہ ایمان بغیر عمل کے صرف قول ہے کیسے درست ہوسکتا ہے جبکہ خود مرجیہ اور تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے خدائے عزّ وجلّ کے فرائض میں سے جو اس نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کسی فریضے پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہوئے اسے ترک کیا تو وہ کافر ہے، اور اگر وہ اس بات پر مُصِر رہا تو اس کا خون حلال ہے، خواہ وہ خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت کا اقرار ہی کیوں نہ کرے، اور زبان سے رسولؐ [کی رسالت] کی تصدیق بھی کیوں نہ کرے، اور اگر یہ بھی کہتا ہے کہ یہ فریضہ [مثلاً زکوٰۃ کا فریضہ] آپؐ نہیں لے آئے ہیں جبکہ خدائے عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَايُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (۴۱:۶۔۷)۔ ترجمہ: اور خرابی ہے شرک والوں کو جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

پس زکوٰۃ کو روکنے کی وجہ سے [اللہ تعالیٰ نے] انہیں دائرۂ ایمان سے

خارج کر دیا، اور یہی وجہ تھی کہ پوری قوم نے رسولِ خدا کے بعد بنی حنیفہ کے قتل اور ان کی اولاد کو اسیر بنانا جائز قرار دیا تھا، اور زکوٰۃ روکنے کی وجہ سے ہی انھیں اہلِ ردّہ [مرتدین] کے نام سے موسوم کیا تھا۔

نیز [امام] جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے پدرِ بزرگوار [امام باقرؑ] رضوان اللہ علیہ نے ایک دن جابر بن عبداللہ الانصاریؓ سے فرمایا کہ: اے جابرؓ! کیا اللہ نے مشرک پر زکوٰۃ فرض کیا ہے؟ (جابر نے) کہا: نہیں، زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر فرض کیا ہے، امام باقرؑ نے فرمایا: میں نے اس سے کہا: کیا تم کو خدائے عزّ وجلّ کا یہ قول معلوم نہیں کہ: وَ وَیۡلٌ لِّلۡمُشۡرِکِیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ (۴۱:۶-۷)۔

ترجمہ: اور خرابی ہے شرک والوں کو جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

جابر کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں نے اس آیت کو پڑھا ہی نہیں تھا حالانکہ وہ خدائے عزّ وجلّ کی کتاب میں موجود ہے۔ ابوعبداللہ [امام جعفرؑ] نے فرمایا: پس یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے امیر المومنین [علیؑ] کی ولایت میں شرک کیا اور اپنی زکوٰۃ اس شخص کو دی جس نے خود کو اس [علیؑ] کے مقابلے میں کھڑا کیا۔ ان مثالوں سے بات طویل ہو جاتی ہے۔

اور جماعتِ عامّہ کا یہ کہنا بھی محال ہے کہ ایمان کسی نیّت کے اعتقاد کے بغیر قول وعمل ہے، اسلئے کہ ان لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کچھ کھائے پیئے بغیر دن گزارے اور روزہ کی نیّت نہ کرے تو وہ کبھی روزہ دار نہیں ہوتا، اور اگر قیام کرے اور رکوع وسجود کرے اور نماز کی نیّت نہ کرے تو وہ نماز گزار نہیں

بن سکتا، اور اگر عرفہ پر جا کر کھڑا ہو جائے مگر حج کی نیّت نہ کرے تو وہ حاجی نہیں بن سکتا، اور اگر اپنا تمام مال صدقہ کرے مگر زکوٰۃ کی نیّت نہیں کی تو اسے زکوٰۃ کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، اسی طرح دوسرے فرائض کے بارے میں بھی عامّہ نیّت کو ضروری سمجھتے ہیں، اس سے یہ ثابت ہوا کہ امام علیہ السّلام کا یہ قول ثابت [صحیح] ہے کہ ایمان قول، عمل اور نیّت یعنی تینوں کا نام ہے، اس کے علاوہ کوئی اور ایمان جائز نہیں۔

نیز رسولِ خداؐ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے، اور آدمی کو وہی چیز مل جاتی ہے جس کی وہ نیّت کرتا ہے، پس جس شخص نے خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت خدا اور اس کے رسول کی جانب ہے، اور جس شخص کی ہجرت کسی عورت سے شادی یا حصولِ دنیا کی خاطر ہے تو وہ اس مراد کو پہنچے گا، پس اس کی ہجرت ان چیزوں کی جانب ہے جن کی طرف وہ ہجرت کرتا ہے۔

اصولِ ایمان:

نیز ایمان اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نیز یہ کہ محمّدؐ اس کا بندہ اور رسول ہیں، یہ کہ جنّت حق ہے، جہنم حق ہے، قبر سے اُٹھنا حق ہے، یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں، نیز خدا کے انبیاء و مرسلین اور ائمّہ کی تصدیق کرنا اور امامِ زمانؑ کی معرفت اور اس کی تصدیق کرنا اور اس کے امر کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور ان احکام پر عمل کرنا جن پر عمل کرنا خدا نے واجب کیا ہے، اور جن سے منع کیا ہے ان

سے دور رہنا، نیز امامؑ کی اطاعت کرنا اور وہ جو فرمائے اسے قبول کرنا ایمان ہے۔
ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے، آپ سے کسی سائل نے پوچھا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کونسے اعمال افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ عمل جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ [سائل نے] کہا: وہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خدا پر ایمان لانا سب سے اعلیٰ درجہ کا عمل ہے اور رتبہ میں سب سے اشرف ہے اور اس کا ثواب بھی سب سے زیادہ ہے۔ سائل کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں کہ آیا وہ قول وعمل ہے یا قول بلا عمل ہے؟ امام نے فرمایا: ایمان سراسر عمل ہے اور قول اس عمل کا ایک حصّہ ہے اور یہ خدا کی طرف سے بندوں پر فرض ہے جس کا واضح بیان اس کی کتاب میں موجود ہے، اس کا نُور واضح ہے اور اس کی حجّت ثابت ہے، قرآن اس کی گواہی دیتا ہے اور اس کی جانب دعوت دیتا ہے۔ سائل کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں میرے لئے مزید وضاحت فرمائے تاکہ اچھی طرح سمجھ لوں، آپؑ نے فرمایا: ایمان کے حالات، درّجات، طبقات اور منازل ہیں ان میں ایک ایمان وہ ہے جو کامل ہے، جہاں کمال کی نہایت ہے، ایک ایمان ناقص ہے جس کا نقصان واضح ہے، ایک ایمان وہ ہے جو رو بہ ترقی ہے جس کی ترقی واضح ہے، سائل کا کہنا ہے، میں نے عرض کیا: کیا ایمان کامل بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی اور بڑھتا بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: یہ کس طرح ہوتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابنِ آدم کے تمام اعضاء پر ایمان فرض کیا ہے اور ان میں تقسیم کر کے پھیلا دیا ہے، اس کے اعضاء میں کوئی عضو نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر ایمان کا ایک حصّہ فرض ہے جو اس حصّے سے مختلف ہے جو دوسرے عضو پر فرض ہے،

ان [اعضاء] میں سے ایک اس کا دل ہے جس کے ذریعے وہ سمجھتا ہے، ادراک کرتا ہے اور جانتا ہے، اور وہ اس کے جسم کا امیر ہے، اس کی رائے اور حکم کے بغیر اعضاء نہ کسی چیز کو جسم میں داخل کرتے ہیں نہ خارج کرتے ہیں، ان ہی اعضاء میں سے اس کی دونوں آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتا ہے، اور دو کان ہیں جن سے وہ سنتا ہے، اور دو ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتا ہے، اور دو پیر ہیں جن سے وہ چلتا ہے، اور شرمگاہ ہے جس کے ذریعے مادّہ تولید خارج ہوتا ہے، اور اس کی زبان ہے جس سے وہ بات چیت کرتا ہے، اور اس کا سر ہے جس میں اس کا چہرہ ہے، پس ان اعضاء میں سے کوئی عضو ایسا نہیں جس پر ایمان کا ایک حصّہ مقرر نہ ہوا ہو، جو اس حصّے سے مختلف ہے جو دوسرے عضو پر مقرر ہوا ہے، اور یہ خدا کی طرف سے ایک فریضہ ہے جس کی گواہی [خدا کی] کتاب دیتی ہے۔ پس دل پر جو کچھ فرض کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو کان پر فرض کیا ہے، اور جو کچھ کان پر فرض کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو زبان پر فرض کیا ہے، اور جو کچھ زبان پر فرض کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو دو آنکھوں پر فرض کیا ہے، اور جو کچھ دونوں آنکھوں پر فرض کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو دونوں ہاتھوں پر فرض کیا ہے، اور جو کچھ دونوں ہاتھوں پر فرض کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو دونوں پیروں پر فرض کیا ہے اور جو کچھ دونوں پیروں پر فرض کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو شرمگاہ پر فرض کیا ہے، اور جو کچھ شرمگاہ پر فرض کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو چہرے پر فرض کیا ہے۔

پس جو ایمان دل پر فرض کیا ہے وہ اس بات کا اقرار، معرفت، عہد، رضا اور تسلیم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ واحد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ واحد، یکتا اور بے نیاز معبود ہے، نہ اس کی کوئی بیوی ہے

نہ بیٹا، نیز یہ کہ محمّد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ اس کا بندہ اور رسول ہیں، نیز ان تمام چیزوں کا بھی اقرار واجب ہے جو اللہ کی جانب سے ہیں، مثلاً کتاب اور رسول، اور یہ وہ اقرار و معرفت ہے جو [اللہ تعالےٰ نے] دل پر فرض کیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا۔ ترجمہ: سوائے اس کے جس پر جبر کیا جائے حالانکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو، مگر جس نے کفر پر سینہ کھولدیا [تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے] (۱۰۶:۱۶)۔

نیز عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۲۸ : ۱۳)۔ ترجمہ: یاد رکھو کہ خدا ہی کی یاد سے دلوں کو تسلّی ہوا کرتی ہے۔

نیز ارشاد ہے: الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (۴۱ : ۵)۔ ترجمہ: وہ اپنے منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔

نیز عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ (۱۴۹:۴)۔ ترجمہ: اگر تم ظاہر کرو نیکی یا اسے چھپاؤ۔

نیز عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (۲۸۴:۲)۔ ترجمہ: اور جو تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اس کو ظاہر کرو یا اُسے چھپاؤ خدا تم سے اس کا حساب لے گا۔

پس یہ وہ اقرار و معرفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے دل پر فرض کیا ہے، اور وہ دل کا عمل ہے، اور وہ اصل ایمان ہے، اور زبان پر عقل اور تعبیر فرض کیا ہے، یعنی دل نے جو عہد باندھا ہے اور اقرار کیا ہے اسے بیان کرے، جیسا کہ اللہ تبارک و

تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ مَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَ نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (۲:۱۳۶)

ترجمہ: (اور اے مسلمانو تم یہ) کہو کہ ہم تو خدا پر ایمان لائے ہیں اور اس پر جو ہماری جانب نازل کیا گیا (قرآن) اور جو (صحیفے) ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر نازل ہوئے تھے (اُن پر) اور جو (کتاب) موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دی گئی (اُس پر) اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا (اُس پر) ہم تو ان میں سے کسی (ایک) میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو خدا ہی کے فرمانبردار ہیں۔

نیز ارشاد ہے: وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْناً۔ ترجمہ: اور لوگوں کے ساتھ اچھی طرح (نرمی) سے باتیں کرنا (۲:۸۳)۔

نیز ارشاد ہے: وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً۔ ترجمہ: اور درست بات کہا کرو۔ (۳۳:۷۰)۔

نیز ارشاد ہے: وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ۔ ترجمہ: اور (اے رسولؐ) تم کہدو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ (۱۸:۲۹)۔

ان جیسی کئی باتیں ہیں جنہیں کہنے کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ نے زبان پر فرض کیا ہے اور یہی اس کا عمل ہے۔

اور کان پر یہ فرض کیا ہے کہ جس چیز کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے اسے سن لے اور وہ چیز سننے سے اجتناب کرے جسے اللہ نے حرام کیا ہے اور اس کے لئے

حلال نہیں ہے اور خدائے عزّ وجلّ نے اس سے منع کیا ہے، اور وہ خدائے عزّ وجلّ کے غضب کا موجب بنتی ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۔ترجمہ: (مسلمانو) بے شک خدا تم پر اپنی کتاب (قرآن) میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جب تم سن لو کہ خدا کی آیتوں سے انکار کیا جاتا ہے اور اس کا مسخراپن کیا جاتا ہے تو تم ان (کفار) کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں غور کرنے لگیں ورنہ تم بھی اسوقت ان کے برابر ہو جاؤ گے (۴:۱۴۰)۔

ایک اور جگہ ایک (خاص) موقع کو مستثنیٰ قرار دے کر ارشاد فرمایا ہے:

وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ترجمہ: اور اگر تمہیں شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا۔(۶:۶۸)۔

نیز ارشاد ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

ترجمہ: پس (اے رسول) تم میرے بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو سنتے ہیں اور پھر اس میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ یہی لوگ وہ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی اور یہی لوگ عقل مند ہیں (۳۹:۱۷۔۱۸)۔

پھر ارشاد فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۔

ترجمہ: بے شک وہ ایمان لانے والے رُستگار ہوئے جو اپنی نمازوں میں

خشوع کرنے والے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے منہ پھیرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (۲۳:۱۔۴)۔

نیز ارشاد ہے: وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ۔ترجمہ: اور جب کسی سے کوئی بیہودہ بات سُنی تو اُس سے کنارہ کش رہے (۲۸:۵۵)۔

مزید فرمایا ہے: وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَاماً ۔ ترجمہ: اور وہ لوگ جب کسی بیہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گزر جاتے ہیں (۲۵:۷۲)۔

پس یہی وہ چیز ہے جسے اللہ نے کان پر واجب کیا ہے، یعنی اس چیز سے پرہیز کرنا جو اس کے لئے حلال نہیں، اور یہی اس کا عمل ہے۔

اور اللہ نے آنکھ پر یہ فرض کیا ہے کہ اس چیز کی طرف نہ دیکھے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، جس چیز سے اسے روکا ہے اور اس کے لئے حلال نہیں ہے اس سے آنکھ بند رکھے، اور یہ اس کا عمل ہے، اور یہی ایمان کا حصہ ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۔ترجمہ: (اے رسول) ایمانداروں سے کہدو کہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (۲۴:۳۰)۔

یعنی کوئی شخص اپنے بھائی کی شرمگاہ کی طرف نظر نہ اٹھائے اور اپنی شرمگاہ کو دوسروں سے محفوظ رکھے۔ پھر ابو عبد اللہ (امام جعفرؑ) نے فرمایا: قرآن میں شرمگاہ کی حفاظت سے متعلق جو بھی کہا گیا ہے اس کا تعلق زنا سے ہے، ماسوا اس آیت کے، اس کا تعلق آنکھ سے ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں وہ تمام فرائض بالترتیب بیان کئے ہیں جو دل، زبان، کان اور آنکھ پر واجب ہیں۔ پس

ارشاد ہے: وَلَا تَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلاً۔ ترجمہ: اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو (خواہ مخواہ) اس کے پیچھے نہ پڑا کرو، کیونکہ کان اور آنکھ اور دل سب کی (قیامت کے دن) یقیناً باز پُرس ہونی ہے (۱۷:۳۶)۔

نیز عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْھَدَ عَلَیْکُمْ سَمْعُکُمْ وَ لَآ اَبْصَارُکُمْ وَلَا جُلُوْدُکُمْ (۴۱:۲۲) اور تم اس (خیال) سے کہ تمہارے کان تمہاری آنکھیں اور تمہارے چمڑے تمہارے خلاف گواہی دیں گے (اپنے گناہوں کو) نہیں چھپاتے تھے۔

یہاں کھالوں سے شرمگاہیں اور رانیں مراد ہیں، پس جس چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرنا آنکھوں کا فریضہ ہے اور یہی دونوں آنکھوں کا عمل ہے، اور یہی ایمان کا حصہ ہے۔

اور دونوں ہاتھوں پر یہ فرض کیا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ نے جو چیز حرام قرار دی ہے اسے نہ چھوئے، صرف ان کاموں کی طرف ہاتھ بڑھائے جن کے لئے خدا نے حکم دیا ہے اور دونوں ہاتھوں پر فرض کیا ہے، مثلاً صدقہ دینا، صلۂ رحمی کا پاس رکھنا، خدا کی راہ میں جہاد کرنا، اور صلوٰۃ کے لئے طہارت کرنا، اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ وَ اِنْ کُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّھَّرُوْا (۵:۶)۔ ترجمہ: اے ایماندارو! جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو دھو ڈالو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور مسح کرو اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرلیا کرو اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو تم طہارت کرلو۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفاً فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ (۸:۱۵)۔ ترجمہ: اے ایماندارو! جب تم سے کفار کا (میدانِ جنگ میں) مقابلہ ہو تو ان کی طرف پیٹھ نہ پھیرنا۔

نیز ارشاد ہے: فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنّاً بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (۴۷:۴)۔

ترجمہ: پس جب تم کافروں سے مقابلہ کرو تو (ان کی) گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں زخموں سے چور کر ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو پھر اس کے بعد یا تو احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا۔ پس یہ بھی اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے ہاتھوں پر فرض ہے، اسلئے کہ ضرب بھی ہاتھوں کے علاج کی ایک صورت ہے اور یہ ایمان کا حصّہ ہے۔

اور پیروں پر یہ فرض ہے کہ وہ خدا کی اطاعت کی طرف حرکت کریں، اور خدا کی نافرمانی کے کاموں کی جانب قدم نہ اُٹھائیں، اور وہاں جائیں جہاں جانے کا خدا نے حکم دیا ہے اور وہاں جانا ان پر فرض کیا ہے، اور جس سے خدائے عزّ وجلّ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ پس اس بارے میں عزّ وجلّ کا ارشاد ہے کہ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلاً (۱۷:۳۷)۔ ترجمہ: اور (دیکھو) زمین پر اکڑ کر نہ چلا کرو کیونکہ تو نہ تو زمین کو ہرگز پھاڑ ڈالیگا اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کے برابر پہنچ سکے گا۔

نیز ارشاد ہے: وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (۳۱:۱۹)۔ ترجمہ: اور اپنی چال (ڈھال) میں میانہ روی اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو۔ کیونکہ آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھے کی ہے۔

نیز ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (۶۲:۹)۔ اے ایماندارو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کی یاد کی طرف دوڑ پڑو۔

نیز ارشاد ہے: وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ (۲۲:۲۹)۔ ترجمہ: اور قدیم (عبادت) خانہ (کعبہ) کا طواف کریں۔

اس بارے میں کہ [قیامت کے دن] ہاتھ اور پیر اپنے مالکوں کے خلاف گواہی دیں گے اور خدائے عزّ وجلّ نے جو حکم دیا ہے اور فرض کیا ہے اسے بیان کریں گے ارشاد ہے کہ: اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِھِمْ وَ تُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْھِمْ وَ تَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (۳۶:۶۵)۔

ترجمہ: اس دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو (جو) کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کررہے تھے خود انکے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور انکے پاؤں گواہی دیں گے۔ پس یہ وہ فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں پر فرض کیا ہے، یہ اِن دونوں کا عمل ہے اور یہی ایمان کا حصّہ ہے۔

اور چہرے پر یہ فرض ہے کہ دن اور رات میں نماز کے اوقات میں سجدہ کرے، چنانچہ ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (۲۲:۷۷)۔ ترجمہ: اے ایماندارو! رکوع کرو اور سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نیکی کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

پس یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس میں چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پیر شامل ہیں، ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا

(۱۸:۷۲)۔ ترجمہ: اور یہ کہ مسجدیں خدا کی ہیں پس تم لوگ خدا کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔

پس یہ وہ طہارت اور نماز ہے جسے اللہ نے اعضاء پر فرض کیا ہے، اور اپنی کتاب میں صلوٰۃ کو ایمان کے نام سے موسوم کیا ہے، اور یہ یوں ہے کہ جب خدائے عزّ وجلّ نے اپنے نبیؐ کے چہرے کو بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے سے پھیر دیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم نے جو نمازیں بیت المقدس کی جانب منہ کر کے پڑھی ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، ان کا اور ہمارا انجام کیا ہوگا؟ تب اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل کی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيْمٌ (۲:۱۴۳)۔ ترجمہ: اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان (نماز) کو (جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ چکے ہو) برباد کردے بیشک خدا لوگوں پر بڑا ہی رفیق اور مہربان ہے۔

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

پس صلوٰۃ کو ایمان کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ جو شخص اللہ عزّ وجلّ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اپنے اعضاء کو محفوظ رکھا ہوگا اور ہر عضو پر جو کچھ اللہ نے فرض کیا ہے اسے ادا کیا ہوگا تو وہ شخص کامل ایمان کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے گا اور وہ اہلِ جنّت میں سے ہوگا، اور جس نے [اعضاء کے] ان فرائض میں اللہ تعالیٰ سے ذرا بھی خیانت کی اور خدائے عزّ وجلّ کے فرمان سے تجاوز کیا تو ایسا شخص ناقص ایمان کے ساتھ خدائے تعالےٰ سے ملاقات کرے گا۔

سائل کہتا ہے میں نے کہا: اے فرزندِ رسول اللہؐ، ایمان کی کمالیت اور نقصان کی حقیقت سے میں آگاہ ہوا، مگر ایمان میں زیادتی کہاں سے آتی ہے اور اس میں

زیادتی کی کیا دلیل ہے، جعفر بن محمدؑ نے فرمایا، اس کا بیان اللہ عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ: وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۹:۱۲۴۔۱۲۵)۔ ترجمہ: اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں کوئی کہہ دیتا ہے کہ تم میں سے کون ہے جس کے ایمان میں اس سورت نے اضافہ کیا ہے پس وہ لوگ جو ایمان لا چکے ان کے ایمان کو تو بڑھا دیا ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے پس اس نے ان کی نجاست پر اور نجاست بڑھا دی اور وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔

نیز عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (۱۸:۱۳)۔ ترجمہ: (اے رسول) ہم ان کا حال تم سے سچائی سے بیان کرتے ہیں وہ چند جوان تھے، جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت زیادہ کر دی۔

اور اگر سارا ایمان ایک ہی ہوتا اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہوتی تو کسی کو بھی دوسرے پر فضیلت نہ ہوتی، اور اس میں [ملنے والی] نعمتیں برابر ہوتیں اور لوگ برابر ہوتے اور ایک دوسرے پر فضیلت کا تصور باطل ہوتا، جبکہ [صورتحال یہ ہے کہ] ایمان تمام ہونے پر ہی مومنین جنت میں داخل ہوتے ہیں، اور اس کی برتری اور اس میں اضافہ ہونے کی بنا پر خدا کے نزدیک ان کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، اور ایمان میں کمی ہونے کی بنا پر کوتاہی کرنے والے دوزخ میں داخل ہوتے

ہیں۔ سائل کا کہنا ہے کہ میں نے [امام کی خدمت میں] عرض کیا، کیا ایمان کے درجات اور مراتب ہیں جن کی وجہ سے خدا کے نزدیک مومنین متفاوت ہوتے ہیں؟ [امامؑ نے] فرمایا: ہاں۔ سائل کا کہنا ہے: میں نے عرض کیا: میرے لئے بیان فرمائیں تا کہ میں سمجھ لوں، [امامؑ نے] فرمایا: خدائے عزَّ وجَلَّ نے مومنین کے درمیان مسابقت کی بازی لگائی ہے جس طرح ایک خاص دن گھوڑوں کے درمیان مسابقت کی بازی لگائی جاتی ہے، پھر اس مسابقت میں حاصل کرنے والے درجات کے بموجب ان کی پذیرائی کی جاتی ہے، پھر ان میں سے ہر ایک کو اس درجہ پر رکھا جاتا ہے جو اس نے مسابقت میں حاصل کی ہے، اور اس کے حق میں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے، آگے نکلنے والے پر پیچھے رہ جانے والا مقدم نہیں ہوتا اور نہ فاضل پر مفضول مقدم ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس امت کا پہلے ایمان لانے والا بعد میں ایمان لانے والے پر مقدم ہے، اور اسی اصول کی بنیاد پر علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ مومنین میں سب سے افضل تھے اس لئے کہ آپؑ ان میں سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے والے تھے۔ اور اگر ایمان لانے میں سبقت لے جانے والے کی ایمان لانے میں پیچھے رہ جانے والے پر کوئی فضیلت نہ ہوتی تو اس امت کا سب سے آخر میں ایمان لانے والا سب پہلے ایمان لانے والے کے برابر ہوتا، ہاں، اس صورت میں بہت سے متاخرین متقدمین سے آگے ہوتے، اسلئے کہ ہم دیکھتے ہیں بہت سے بعد کے مومنین ایسے ہیں جن کا عمل متقدین سے زیادہ ہے، وہ ان سے زیادہ نماز پڑھتے ہیں، ان سے زیادہ روزہ رکھتے ہیں [ان سے زیادہ] حج اور جہاد کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، اور اگر اصولِ سبقت نہ ہوتا جس کی بدولت بعض مومنین کو بعض پر فضیلت ملتی ہے تو متاخرین کثرتِ عمل کی وجہ سے

متقدمین سے آگے ہوتے، مگر اللہ جلّ ثناؤہ نے اس بات انکار کیا ہے کہ درجات ایمان میں جو سب سے پیچھے ہیں وہ ان لوگوں کا درجہ حاصل کریں جو سب سے آگے ہیں، یا جس نے خدا کو مؤخر رکھا ہے وہ مقدم ہو جائے اور جس نے خدا کو مقدم رکھا ہے وہ مؤخر ہو جائے۔ سائل کا کہنا ہے میں نے [اِمامؑ کی خدمت میں] عرض کیا، میرے لئے بیان فرمائیں کہ خدائے تعالےٰ نے کہاں مومنین کو ایمان میں سبقت لے جانے کی ترغیب دلائی ہے، [امامؑ نے] فرمایا: اللہ عزَّ وجلَّ کا ارشاد ہے کہ سَابِقُوْآ اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (۵۷:۲۱)۔ ترجمہ: تم اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف سبقت کرو جس کا عرض آسمان وزمین کے عرض کی مانند ہے جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ نیز ارشاد ہے، وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (۵۶:۱۰-۱۱)۔ ترجمہ: اور آگے بڑھنے والے ہی سب سے آگے ہوں گے، وہی (اللہ کے) مقرّب ہوں گے۔

مزید ارشاد ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (۹:۱۰۰)۔

ترجمہ: اور مہاجرین وانصار میں سے (ایمان کی طرف) سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ خدا سے خوش ہو گئے۔

نیز ارشاد ہے: لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

أُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۸:۵۹): ترجمہ:(اس مال میں) ان مفلس مہاجروں کا (حصہ) بھی ہے جو اپنے گھروں سے اور مالوں سے نکالے (اور الگ کئے) گئے (اور) خدا کے فضل اور خوشنودی کے طلب گار ہیں اور خدا کی اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔

نیز فرمایا: وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۹:۵۹۔۱۰)۔ ترجمہ: اور جن لوگوں نے ان سے پہلے گھر اور ایمان کا ٹھکانہ بنالیا وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرکے آئے اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دیا گیا۔ اور وہ (مہاجروں کو) اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود تنگی ہو۔ اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا، پس یہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور جو لوگ ایمان لاچکے ان کے لئے ہمارے دلوں میں کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے پروردگار یقیناً تُو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

پس درجے میں تقدّم کے اعتبار سے شروع ابتدائی مہاجرین سے کیا، اس کے بعد دوسرے درجے میں انصار کا ذکر کیا، پھر تیسرے درجے میں ان لوگوں کا

ذکر کیا جو احسان میں ان کے تابعین ہیں، پس ہر گروہ کو ان کے درجات اور منازل کے لحاظ سے اپنے پاس مقام دیا اور گزرے ہوئے بھائیوں کے حق میں مومنین کے طلبِ مغفرت کا ذکر کیا تا کہ ان کے مراتب کی فضیلت کی دلیل ہو، پھر اس چیز کا ذکر کیا جس کی وجہ سے اس کے اولیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پس عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (۲:۲۵۳)۔ ترجمہ: یہ سب رسولؑ (جو) ہم نے (بھیجے) ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن سے خود خدا نے کلام کیا اور بعض کے ان میں سے درجے بلند کئے۔ اور مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو کھلی دلیلیں دیں اور روح القدس (جبرائیل) کے ذریعے انکی مدد کی۔ نیز ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ (۱۷:۵۵)۔ ترجمہ: اور بیشک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی۔

مزید ارشاد فرمایا: هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ (۳:۱۶۳)۔ ترجمہ: اللہ کے نزدیک وہ کئی درجوں کے ہیں۔

نیز ارشاد ہے وَيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (۱۱:۳)۔ ترجمہ: اور وہی ہر صاحبِ بزرگی کو اس کی بزرگی عطا فرمائے گا۔

پھر فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۹:۲۰)۔ ترجمہ: جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ہے اور (خدا کے لئے) ہجرت اختیار کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا وہ لوگ خدا کے

نزدیک درجہ میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی لوگ (اعلیٰ درجے پر) فائز ہونے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے: وَفَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰھِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْراً عَظِیْماً دَرَجٰتٍ مِّنْہُ وَمَغْفِرَۃً وَّرَحْمَۃً (۴:۹۵۔۹۶)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو پیچھے رہنے والوں پر بہت بڑا اجر دے کر فضیلت دی ہے (یہ) اس کی طرف سے درجے ہیں اور مغفرت ہے اور رحمت ہے۔

پھر فرمایا: لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (۵۷:۱۰)۔ ترجمہ: تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے (اپنا مال) خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ان کا درجہ ان لوگوں سے بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور خدا نے نیکی اور ثواب کا وعدہ سب سے کیا ہے۔

نیز فرمایا: یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۵۸:۱۱)۔ ترجمہ: جو لوگ تم میں ایماندار ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے خدا ان کے درجے بلند کریگا۔

پس یہی ایمان کے درجات، منازل اور اسباب ہیں، اور مومنین کے حالات اور سبقت میں ان کی فضیلت ہے۔ اور ایمان کے بغیر محض سبقت کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور جس شخص کے ایمان میں کمی آ جائے یا اس کا ایمان ٹوٹ جائے تو محض تقدم اور سبقت سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۵:۵)۔

اور جس شخص نے ایمان سے انکار کیا تو اس کا سب کیا دھرا اکارت ہوگیا اور وہ آخرت میں بھی گھاٹے میں رہے گا۔ جعفر بن محمد صلوات اللہ علیہ نے اللہ عزّ وجلّ کے اس قول کے بارے کہ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (۵:۵) ارشاد فرمایا کہ "يَكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ" سے ترکِ عمل مراد ہے جسے انجام دینے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اور اس سے بھی ان باتوں کی تائید ہوتی ہے جو قبل ازیں ہم نے بیان کیں کہ ایمان قول، عمل، اور اعتقاد سے عبارت ہے، اور قول، عمل، اور اعتقاد ایمان اور تصدیق کے ساتھ ہی صحیح ہے، اور تب ہی ایمان کامل ہوجاتا ہے، اور جس کا قول، عمل اور اعتقاد ایمان اور حق کے خلاف ہو وہ ہرگز مومن نہیں بنتا، اور اس کا عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا، خواہ وہ اس میں خود کو تھکا بھی کیوں نہ دے۔ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (۲۵:۲۳)۔

ترجمہ: اور ان لوگوں نے (دنیا میں) جو کام کئے ہیں ہم اس کی طرف توجہ کریں گے تو ہم اس کو اڑتی ہوئی خاک بنادیں گے۔

عزّ وجلّ نے مزید ارشاد فرمایا: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً (۸۸:۲-۴)۔ اس دن بہت سے چہرے عاجزی کرنے والے ہوں گے مشقت کرنے والے تھکے ماندے دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے۔

اس سلسلے میں بکثرت دلائل موجود ہیں۔

ایمان اور اسلام میں فرق کا بیان

خدائے عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹:۱۴)۔

ترجمہ: عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے رسولؐ) کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ (یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

نیز فرمایا: یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۴۹:۱۷)۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) تم پر یہ لوگ اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں کہدو کہ تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ بلکہ اگر تم سچے ہو تو خدا نے تم پر احسان کیا کہ اس نے تم کو ایمان کا راستہ دکھایا۔

مزید ارشاد فرمایا: فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْھَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِیْھَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ (۵۱:۳۵-۳۶)۔ ترجمہ: غرض وہاں جتنے لوگ مومنین سے تھے ان کو ہم نے نکال دیا اور وہاں تو ہم نے ایک کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر پایا بھی نہیں۔

پس اللہ جلّ ذکرہ کی کتاب کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان

اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں، یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں جیسا کہ عوام النّاس
میں سے بعض کا گمان ہے، اور ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے، آپؑ نے
فرمایا کہ ایمان اسلام میں داخل ہوتا ہے مگر اسلام ایمان میں داخل نہیں ہوتا، اسلام
وہی ہے جو ظاہر میں ہے اور ایمان اس خالص باطن کا نام ہے جو قلب میں ہے، نیز
آپؑ ہی سے روایت ہے کہ آپؑ سے ایمان اور اسلام [کی حقیقت] کے بارے
میں پوچھا گیا، آپؑ نے فرمایا: ایمان وہ چیز ہے جس کا مقام دلوں میں ہے اور
اسلام وہ ہے جس کی بنیاد پر نکاح درست ہوتا ہے، وراثت کے حقدار بنتے ہیں اور
اس کے ذریعے خون محفوظ ہو جاتا ہے، اور ایمان اسلام میں شریک ہوتا ہے مگر اسلام
ایمان میں شریک نہیں ہوتا، ابو جعفر محمد بن علیؑ سے [روایت] ہے، آپ نے فرمایا
کہ ایمان اسلام میں شریک ہوتا ہے اور اسلام ایمان میں شریک نہیں ہوتا، پھر آپؑ
نے اپنے ہتھیلی کے درمیان ایک دائرہ بنایا اور فرمایا، یہ دائرۂ ایمان ہے، پھر اس
[دائرہ] کے باہر ایک اور دائرہ بنایا اور فرمایا: یہ دائرۂ اسلام ہے، آپؑ نے دونوں
دائروں کو اس شکل میں بنایا پس اسلام کی مثال بیرونی دائرے کی ہے اور
ایمان کی مثال اندرونی دائرے کی ہے، اسلئے کہ ایمان، جیسا کہ قبل ازین بیان ہوا
معرفتِ قلب ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایمان اسلام میں شریک ہوتا ہے جبکہ اسلام اس
[ایمان] میں شریک نہیں ہوتا۔ ایک آدمی مومن ہوئے بغیر مسلمان ہو سکتا ہے مگر
مومن اس وقت ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ مسلمان ہو، اور اس سے ہمارے اس بیان کی
تائید ہوتی ہے جو ہم نے اس باب سے قبل کے باب میں پیش کیا ہے کہ ایمان اس
وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک نیّت نہ باندھی جائے۔ نیز امیر المومنین علی ابنِ ابی
طالب صلواتُ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپؑ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے اور

اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: اسلام اقرار ہے اور ایمان اقرار و معرفت ہے، پس جس کو خدا نے اپنی، اپنے نبی اور اپنے امام کی معرفت عنایت کی پھر اس نے اس کا اقرار بھی کیا تو وہ مومن ہے۔ پھر آپ سے عرض کیا گیا کہ اس کا مطلب یہ کہ معرفت خدا کی طرف سے ہے اور اقرار بندے کی طرف سے، [آپ نے] فرمایا کہ معرفت خدا کی جانب سے حجّت، منّت [احسان] اور نعمت ہے اور اقرار ایک ایسا احسان ہے کہ خدائے تعالےٰ جس پر چاہتا ہے کر دیتا ہے، اور معرفت دل میں خدا کی صنعت ہے اور اقرار دل کا فعل ہے جو اس کی منّت [احسان]، عصمت اور رحمت کی وجہ سے ہے، پس جس کو خدا عارف نہیں بناتا ہے، اس پر کوئی حُجت نہیں ہے، اب یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ وہاں ٹھہر جائے اور اس چیز سے ہاتھ روکے رکھے جو وہ نہیں جانتا ہے، خدا اس کی ناواقفیت کی وجہ سے اسے سزا نہیں دیتا ہے، طاعت کے ذریعے عمل کرنے پر اسے ثواب دیتا ہے اور نافرمانی پر عمل کرنے پر سزا دیتا ہے اور ان اعمال میں سے ہر ایک بغیر جبر کے خدا کی قضا و قدر اور خدا کے علم اور کتاب کے مطابق ہی ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر وہ مجبور ہوتے تو معذور ہوتے اور ناقابلِ ستائش ہوتے، اور جو ناواقف ہے یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مشکل کو ہماری جانب لوٹا دے، اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: فَسْـئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۲۱:۷)۔ پس اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل الذّکر (یعنی اہلِ بیتِ رسول) سے پوچھ لو۔

اور یہ بھی آپ صلواتُ اللہ علیہ سے [روایت] ہے کہ آپؑ سے پوچھا گیا یا امیر المؤمنین وہ کمترین مرتبہ جس کے ذریعے بندہ مومن بن جاتا ہے، وہ کمترین مرتبہ جس کے ذریعے کافر بن جاتا ہے اور وہ کمترین مرتبہ جس کے ذریعے گمراہ بن

جاتا ہے، کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کمترین مرتبہ جس کے ذریعے بندہ مومن بن جاتا ہے یہ ہے کہ خدا اسے اپنی معرفت عنایت کرتا ہے، پس وہ اس کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے، اور خدا اسے اپنے نبیؐ کی شناخت کراتا ہے اور وہ اس کا مطیع بن جاتا ہے، اور یہ کہ خدا اسے زمین میں اپنے حجّت اور مخلوق پر اپنے شاہد [گواہ] کی معرفت عنایت کرتا ہے، پس وہ اس کی امامت کا معتقد ہوتا ہے اور اس کی اطاعت کو قبول کرتا ہے۔ سوال کیا گیا کہ: ہر چند کہ اس کے بغیر کچھ نہ بھی جانے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ البتہ جب اسے امر کیا جائے تو اس کی اطاعت کرے اور جب نہی کیا جائے تو اجتناب کرے، اور وہ کمترین چیز جس کے ذریعے وہ مشرک بن جاتا ہے یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو دینی شعار بتاتا ہے جس سے خدا نے روکا ہے، پس وہ ایسا سمجھتا ہے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے، پھر اسے اپنا دین بنا دیتا ہے، اور ایسا سمجھتا ہے کہ خدا کی عبادت کرتا ہے جس کے لئے وہ مامور ہے جبکہ وہ خدائے عزّ وجلّ کے علاوہ ہے، اور وہ کمترین چیز جس کے ذریعے [انسان] گمراہ ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے خدا کی زمین میں اس کے حجّت اور اس کی مخلوق پر اس کے شاہد کی معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے، تاکہ اس کی پیروی کرے۔

امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کا بیان

ان پر اور ان کی اولاد سے ہونے والے اماموں پر درود ہو

خدائے عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (۵:۵۵)۔

ترجمہ: ماسوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارا حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لا چکے نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اس حالت میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اور ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے آپؑ سے پوچھا کہ اے فرزندِ رسول اللہ، حسن بصری نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میری طرف ایک پیغام بھیجا جس کی وجہ سے میرا سینہ تنگ ہو گیا اور میں ڈر گیا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے، پس اللہ تعالےٰ نے مجھے وعید دی کہ اگر میں نے وہ پیغام نہیں پہنچایا تو وہ مجھے عذاب دے گا، ابو جعفرؑ نے اس شخص سے کہا: کیا اس [حسن بصری] نے یہ بھی بتایا کہ وہ رسالت کیا تھی؟ سائل نے کہا: نہیں، [امام نے] فرمایا: قسم بخدا وہ جانتا تھا کہ وہ رسالت کیا ہے مگر اس نے عمداً اسے چھپایا ہے۔ آدمی نے کہا: اے فرزندِ رسول اللہ، اللہ مجھ کو آپ پر فدا کرے، وہ رسالت کیا تھی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنی کتاب میں مومنین کو

صلوٰۃ کا حکم دیا، مگر لوگ نہیں جانتے تھے کہ صلوٰۃ کیا ہے اور نہ ہی یہ جانتے تھے کہ کس طرح صلوٰۃ ادا کی جائے، پس اللہ نے اپنے نبی محمدؐ کو حکم دیا کہ آپؐ ان کے لئے بیان فرمائیں کہ صلوٰۃ کس طرح ادا کی جاتی ہے۔ پس آپؐ نے نماز سے متعلق ان تمام باتوں کی تفصیل سے وضاحت فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا ہے، نیز قرآن میں جو نماز اجمالاً فرض ہوئی ہے رسول اللہ نے اس کی وضاحت اپنی سنّت میں کی اور لوگوں کو آگاہ کیا کہ نماز کے بارے میں جسے ان پر واجب کیا گیا ہے [اللہ تعالےٰ کا] کیا حکم ہے، نیز زکوٰۃ کا حکم دیا، مگر لوگ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا ہے، رسول اللہؐ نے اس کی تفسیر بیان کی اور انھیں سکھا دیا کہ، سونا، چاندی، اونٹ گائے، بھیڑ بکری اور کھیتی باڑی سے کیا [زکوٰۃ] ادا کرنی ہے، اور زکوٰۃ سے متعلق اللہ تعالےٰ نے جو کچھ فرض کیا ہے ان میں کچھ بھی نہیں چھوڑا، سب کچھ اپنی امت کے لئے بیان کیا اور اس کی وضاحت کی۔ نیز ان پر روزہ واجب کیا مگر لوگ نہیں جانتے تھے کہ صوم کیا ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ روزہ کس طرح لیا جاتا ہے رسول اللہؐ نے ان کے لئے اس کی وضاحت کی، نیز یہ بھی بیان کیا کہ روزہ میں کن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے اور کس طرح روزہ لینا چاہئے، نیز حج ادا کرنے کا حکم دیا، پس اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ آپ ان کے لئے بیان فرمائیں کہ حج کس طرح ادا کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ پیغمبر نے اپنی سنّت میں اس کی وضاحت فرمائی، نیز اللہ عزّ وجلّ نے ولایت کا حکم دیا اور فرمایا۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (۵۵:۵)۔ ترجمہ: ماسوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارا حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لا چکے نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حالت میں

کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے والیانِ امر کی ولایت واجب کی۔ لوگ جانتے نہیں تھے کہ وہ کیا ہے، پس اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی علیہ السّلام کو حکم دیا کہ لوگوں کے لئے بیان فرمائیں کہ ولایت کیا ہے جیسا کہ آپؐ نے ان کے لئے صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج کی وضاحت کی تھی، پس جب عزّ وجلّ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا تو آپ کا دل بیٹھ گیا اور آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں لوگ آپ کے دین سے مرتد نہ ہو جائیں اور آپ کو نہ جھٹلائیں، پس آپ کا دل تنگ ہو گیا اور آپ نے اپنے ربّ کی طرف رجوع کیا۔ پس اللہ نے آپؐ کی طرف وحی بھیجی: یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَابَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (۵:۶۷)۔ ترجمہ: اے رسولؐ جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو کہ) تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ اور (تم ڈرو نہیں) خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

پس آپؐ نے امرِ الٰہی کو آشکار کیا اور غدیر کے دن امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کا اعلان کیا، آپ نے اس کے لئے پہلے صلوٰۃِ جامعہ کا حکم دیا اور امر کیا کہ یہ پیغام حاضر غائب تک پہنچا دے، اور فرائض یکے بعد دیگرے نازل ہوتے تھے، ایک فریضہ نازل ہوتا تھا اور اس کے بعد دوسرا فریضہ نازل ہوتا تھا، اور ولایت آخری فریضہ تھا جس کے بعد اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل کی کہ: اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَ اخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً

(۵:۳)۔ ترجمہ: وہ لوگ جو کافر ہوئے آج کے دن تمہارے دین سے ناامید ہو گئے پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ (ہی) سے ڈرو میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔

ابو جعفرؑ نے فرمایا: اللہ عزّ وجَلّ فرماتا ہے کہ اس فریضہ کے بعد میں تم پر کوئی فریضہ نازل نہیں کرتا۔ بہ تحقیق تمہارے لئے میں نے ان فرائض کو مکمل کیا۔ نیز رسول اللہؐ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا کہ: میں اس شخص کو امیر المومنین علی ابنِ ابیطالبؑ کی ولایت کی وصیت کرتا ہوں جس نے خدا پر اور مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری [نبوت کی] تصدیق کی ہے، بلاشبہ اس کی دوستی میری دوستی ہے، یہ ایک ایسا امر ہے جس کا خدا نے مجھے حکم دیا ہے اور ایک ایسا عہد ہے جو میرے ذمّے میں رکھا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے اس کی جانب سے تم لوگوں تک پہنچا دوں، اور یہ بھی علی ابنِ ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب اللہ عزّ وجَلّ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ: وَ اَنذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (۲۶:۲۱۴)۔ ترجمہ: اور (اے رسولؐ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔

تو رسول اللہؐ نے بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور بکری کی ایک ٹانگ اور ایک پیالہ بھر دودھ سے ان کی مہمان نوازی کی، اور یہ چالیس سے زیادہ آدمی تھے، جن میں سے دس ایسے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اکیلا ایک میمنہ کھا سکتا تھا اور ایک مشک بھر دودھ پی سکتا تھا، وہ سب کھا پی کر سیر و سیراب ہو گئے، اور اس دن ان کے درمیان ابولہب بھی تھا، رسول اللہؐ نے ان لوگوں سے کہا: اے بنی عبدالمطلب! میری اطاعت کرو تم زمین کے بادشاہ اور فرمانروا بن جاؤ گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے

کوئی نبی مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لئے ایک وصی، وزیر، وارث، بھائی اور ولی مقرر فرمایا ہے، پس تم میں کون ایسا ہے جو میرا وصی، وارث، ولی، بھائی اور وزیر بنے گا؟ پس سب خاموش ہو گئے، آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کے سامنے یہ دعوت پیش کی مگر ان میں سے کسی نے قبول نہیں کی اور میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا، اور اس دن میں عمر میں سب سے چھوٹا تھا، پس آپؐ نے میرے سامنے یہ دعوت پیش کی، میں نے کہا: میں [قبول کرتا ہوں] یا رسول اللہؐ، آپؐ نے فرمایا: ہاں تُو [قبول کریگا] اے علیؑ، پس جب وہاں سے واپس لوٹے تو ابولہب نے ان سے کہا: اگر اپنے اس دوست کی جادوگری کی تمہارے پاس کوئی دلیل موجود نہیں تو لو اتنا کافی ہے، آپ نے دیکھا کہ بکری کی ایک ٹانگ اور ایک پیالہ دودھ لے آیا اور آپ سب سیر و سیراب ہو گئے، پھر مذاق اڑانے لگے اور ابوطالبؑ سے کہا: آج تیرا بیٹا تجھ پر مقدم ہوا۔ عامہ میں سے بہت سے لوگوں نے اپنے اسلاف سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہ: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (۵:۵۵)۔ ترجمہ: ماسوا اس کے نہیں ہے کہ تمہارے حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لا چکے نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اس حالت میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، روایت کی ہے کہ یہ آیت علی ابن ابیطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ رکوع میں تھے کہ ایک سائل آیا، اور آپؑ نے انگوٹھی سائل کو دی، اور یہ آیت آپؑ اور آپؑ کے خاندان سے ہونے والے ائمہؑ صلوٰاتُ اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ہے۔ نیز غدیرِ خم کا واقعہ اور رسولِ خداؐ کا ولایتِ علی ابنِ ابیطالبؑ کا اعلان کرنا نہایت معروف و مشہور ہے، اور دوست و دشمن

دونوں نے اسے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ جب حجۃ الوداع سے [فارغ ہوکر] غدیرِ خم کے مقام پر پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ درخت کی شاخیں کاٹ کر جگہ صاف کی جائے، پھر ''صلوٰۃِ جامعہ'' کے لئے ندا کرائی گئی، پھر سارے لوگ جمع ہوگئے، آپؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے پہلو میں کھڑا کیا اور فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ علیؑ کی میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو نسبت موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کی تھی، ماسوا یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں، اور علیؑ میرے بعد تمہارا ولی ہے، پس جس کا میں مولا تھا علیؑ اس کا مولا ہے، پھر علیؑ کے ہاتھوں کو بلند کیا، اس حد تک کہ آپؐ کے بغل کے نیچے کی سفیدی نظر آئی، پھر فرمایا: اے پروردگار علیؑ کے دوست سے دوستی کر اور علیؑ کے دشمن سے دشمنی کر اور علیؑ کے مددگار کی مدد کر اور علیؑ کی عزّت نہ کرنے والے کو ذلیل کر اور حق کو اس کے ساتھ وہاں پھیر دے جہاں وہ پھر جائے۔ پس اس بیعت وولایت سے بڑھ کر کونسی بیعت تاکیدی ہوسکتی ہے؟

نیز علی ابنِ ابی طالبؑ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے آپؑ سے سوال کیا اور کہا کہ: یا امیر المومنین ہمیں اپنی سب سے بڑی فضیلت اور کمال سے آگاہ فرما، آپؑ نے فرمایا: میری سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ جس میں میرا اپنا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ لوگوں نے کہا: وہ کیا ہے یا امیر المومنین؟ آپؑ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ مدینہ تشریف لائے تو مسجد بنانے کا حکم دیا، پس اصحابِ رسول میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس نے مسجد میں ایک دروازہ نہ کھولا ہو، پس جبرائیل علیہ السّلام آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ کو حکم دیا کہ آپ اپنے صحابیوں کو حکم دیں کہ وہ اپنے دروازوں کو بند کریں اور [صرف] میرے دروازے کو کھلا رکھیں، پس رسول اللہ نے معاذ ابنِ جبل کو ان کی جانب بھیجا، وہ ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ

وہ اپنا دروازہ بند کریں، ابوبکرؓ نے کہا: بسر وچشم، اور اپنا دروازہ بند کیا، پھر عمرؓ کے پاس گیا اور ان سے بھی دروازہ بند کرنے کو کہا، وہ رسول اللہؐ کے پاس آئے، اور کہا: یارسول اللہؐ، دروازہ اس قدر کھولنے کی اجازت دیں کہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کی طرف دیکھ سکوں، مگر رسول اللہ نے اجازت دینے سے انکار کیا اور عمرؓ نے اپنا دروازہ بند کیا، پھر وہ [معاذ] طلحہ، زبیر، عثمانؓ، عبدالرّحمٰن، سعد، حمزہ اور عباس کے پاس گیا اور ان کو اپنے دروازے بند کرنے کا حکم دیا، پس وہ سنے اور انھوں نے اس کی اطاعت کی، حمزہ اور عباس نے کہا ہمیں آپؐ دروازے بند کا حکم دیتے ہیں اور علیؑ کے دروازے کو چھوڑ دیتے ہیں، پس یہ خبر رسول اللہؐ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: آپ لوگوں نے دروازہ بند کرانے کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کی اطلاع مجھے ملی ہے، قسم بخدا میں نے یہ کام خود نہیں کیا ہے، بلکہ یہ کام اللہ نے کیا ہے، اللہ نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ ایک پاک گھر کو منتخب کریں جس میں آپؑ، ہارونؑ اور ان کی اولاد کے علاوہ کوئی بھی جنب نہ ہو جائے، یعنی ان کے علاوہ کوئی بھی اس میں [اپنی بیوی کے ساتھ] ہم بستر نہ ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں اس گھر کو پاک رکھوں اور سوائے میرے، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کوئی بھی اس میں نکاح نہ کرے۔ پس خدا کی قسم دروازے بند کرنے کا حکم میں نے نہیں دیا ہے اور نہ علیؑ کے دروازے کو میں نے کھولا ہے بلکہ مجھے اس کا حکم خدا نے دیا ہے۔ لوگوں نے کہا: یاامیرالمومنین، ہمیں مزید کچھ بتادیں، آپؑ نے فرمایا: ایک دفعہ عیسائی علماء میں سے دو آدمی رسول اللہ کے پاس آئے اور عیسیٰؑ کے بارے میں آپؐ سے گفتگو کی، پس اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ (۳:۵۹)۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال

آدم کی مثال کی طرح ہے (خدا نے) اسے مٹی سے پیدا کیا تھا [اِلیٰ آخر الآیۃ]۔

پس رسول اللہ [گھر میں] داخل ہوئے اور میرا، حسنؑ اور حسینؑ اور فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے، پھر آپؐ مباھلہ کے لئے نکلے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا اور انھیں مباھلہ کی دعوت دی۔ جب پادریوں نے آپ کو دیکھا تو ان میں سے ایک نے اپنے رفیق سے کہا: خدا کی قسم اگر یہ پیغمبر ہے تو ہم ہلاک ہو گئے اور اگر پیغمبر نہیں ہے تو اس کی قوم والے ہمیں ختم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ مباھلہ سے باز آئے اور واپس چلے گئے۔ لوگوں نے کہا: یا امیر المومنین، ہمیں مزید کچھ بتا دیجئے۔ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ نے ابوبکرؓ کو سورۂ براَت کے ساتھ روانہ کیا اور اسے حج کے موقع پر لوگوں کے سامنے پڑھنے کا حکم دیا، پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوا اور فرمایا: اے محمدؐ، آپ کی جانب سے علیؑ کے سوا کوئی بھی اس کا ابلاغ نہیں کرسکتا، پس رسول اللہ نے مجھے بلایا اور ناقہ عَضبا پر سوار ہو کر خود کو ابوبکرؓ تک پہنچانے اور ان سے سورۂ براَت لینے اور اسے مکّہ میں پڑھنے کا حکم دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا: کیا پیغمبر مجھ سے ناراض ہوئے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، صرف بات یہ ہے کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی کہ یہ پیغام ایسا شخص پہنچا دے جو اس کا اپنا ہو۔ جب ہم مکّہ پہنچے تو وہ ذوالحجہ کی دس تاریخ [یوم نحر]، وقت بعد ظہر اور حجِ اکبر کا دن تھا۔ لوگ جمع ہوئے تھے، میں [ان کے سامنے] کھڑا ہوا اور ان سے مخاطب ہوا: اے لوگو! جان لو کہ میں تمہاری جانب رسول اللہؐ کا پیغام رساں ہوں، اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی: بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (۹:۱۔۲)۔ ترجمہ: (یہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف بیزاری (کا اعلان)

ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پس (اے مشرکو) تم زمین میں چار مہینے تک چل پھر لو۔

یعنی ذی الحجہ کے بیس دن، ماہِ محرم، صفر، ربیع الاوّل اور ربیع الآخر کے دس دن۔ اور میں نے کہا کہ کوئی بھی ننگا مرد، ننگی عورت، مشرک مرد اور مشرک عورت خانۂ کعبہ کے گرد طواف نہیں کریں، نیز جان لو کہ اگر کسی کے پاس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ اھلِ بیتہٖ وسلّم کا کوئی پیمان ہے تو اس کی مدت یہی چار ماہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ عزّ وجلّ کی کتاب میں میرا نام " اَلْاُذُنُ " [کان] ہے، اسے میرے سوا کوئی نہیں جانتا، لوگوں نے کہا: یا امیر المومنین، ہمیں مزید کچھ بتا دیجئے، آپؑ نے فرمایا: میں، عباس اور عثمان بن شیبہ مسجد الحرام میں تھے۔ ان دونوں نے میرے مقابلے میں فخر کیا، عثمان بن شیبہ نے کہا: رسولِ خداؐ نے مجھے سدانت دی ہے، یعنی کعبہ کی چابیاں میرے سپرد کی ہیں، عباس بن عبدالمطّلب نے کہا: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ اھل بیتہٖ نے مجھے سقایہ یعنی زمزم عنایت کیا ہے، اور دونوں نے کہا: اے علیؑ آپ کو کچھ نہیں دیا، پس اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل کی: اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۹:۱۹-۲۲)۔ ترجمہ: کیا تم لوگوں نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام (خانۂ کعبہ) کا آباد رکھنا اس شخص کے برابر کر دیا جو خدا اور روزِ آخرت

پر ایمان لایا اور جس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خدا کے نزدیک یہ سب برابر نہیں ہوتے ہیں اور خدا ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔ جن لوگوں نے ایمان لایا اور (خدا کے لئے) ہجرت اختیار کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا وہ لوگ خدا کے نزدیک درجہ میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی لوگ (اعلیٰ درجے پر) فائز ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور خوشنودی اور ایسے باغوں کی خوش خبری دیتا ہے جس میں ان کے لئے دائمی نعمت ہوگی اور یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک خدا کے پاس تو بہت بڑا اجر ہے۔

لوگوں نے کہا: یا امیر المومنین، ہمیں مزید کچھ بتا دیجئے، آپ نے فرمایا: جب رسول اللہ نے حجۃ الوداع سے مدینہ کی جانب مراجعت کی تو غدیرِ خم کے مقام پر فروکش ہوئے، اور لوگوں کو درخت کی شاخیں ایک دوسرے پر ڈالنے کا حکم دیا، پس شاخیں کاٹی گئیں اور لوگ جمع ہوگئے، پھر میرے ہاتھ کو پکڑا اور آسمان کی طرف اُٹھالیا اور فرمایا: کیا میں تمہارے لئے تمہاری جانوں پر مقدم نہیں ہوں؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: پس جس کا میں مولا ہوں علیؑ اس کا مولا ہے، اے اللہ دوستی کر علیؑ کے دوستدار سے اور دشمنی کر علیؑ کے دشمن سے، اور ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (۱۱:۱۷)۔ ترجمہ: پس کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اس کے پیچھے ہی پیچھے آتا ہو۔

فرمایا کہ یہاں اس شخص سے مراد جو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک ''بیّنہ'' پر ہے وہ رسولِ خدا ہیں اور وہ گواہ جو اس کے پیچھے آتا ہے وہ علیؑ ہیں جو آپؑ

کے بعد امام ہیں اور امت کے ان لوگوں پر حجت ہیں جو رسولؐ کے بعد آئیں گے۔

اور رسول اللہؐ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا کہ: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا ولی ہے۔ اور یہ بھی مشہور اخبار میں سے ہے اور خدائے عزّ وجلّ کے قول سے ہے کہ اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (۱۱:۱۷)۔ ترجمہ: پس کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو، میں عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ سے رسول اللہؐ مراد ہیں جن کے بعد ایک شاہد [گواہ] آتا ہے، پس رسولِ خداؐ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علیؑ وہ شاہد ہیں جو آپؐ کے بعد آتا ہے، امت پر شاہد وہی ہیں اور آپؐ کے بعد ان پر حجت ہیں، اور واجب الطاعت امام ہیں، اور آپؐ کے بعد آپؐ کا وصی ہیں جیسا کہ موسیٰؑ کی قوم میں ان کا وصی تھا، اور رسول اللہؐ نے جو کچھ علیؑ سے فرمایا ہے کہ تیرا درجہ مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کا موسیٰؑ سے تھا صرف اس بات کا متقاضی ہے کہ علیؑ آپ کے بعد آپ کی امت میں آپ کا خلیفہ ہیں جیسا کہ موسیٰؑ نے ہارونؑ سے فرمایا تھا کہ میری قوم میں میرا خلیفہ بنو۔ اس بارے میں اتنی روایات اور اخبار ہیں کہ اس کتاب کی گنجائش سے باہر ہیں اور اگر ہمارا ارادہ یہ ہوتا کہ اس بارے میں جو کچھ ہے بیان کریں تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی، ہم نے شروع میں شرط رکھی ہے کہ بات مختصر کریں گے، تاکہ دانا شخص اس پر اکتفا کرے، اور نیک کام کی توفیق دینے والا اللہ ہی ہے۔

ائمۂ اہلِ بیتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی ولایت کا بیان

اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (۴:۵۹)۔ ترجمہ: اے ایماندارو! خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبانِ حکم ہوں ان کی اطاعت کرو۔

ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے اللہ عزّ وجلّ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا کہ: اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (۴:۵۹)۔ ترجمہ: خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبانِ حکم ہوں ان کی اطاعت کرو۔

امام کا جواب یہ تھا کہ: اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہٰۤؤُلَآءِ اَہۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا (۴:۵۱)۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) کیا تم نے ان لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جنہیں کتابِ خدا کا کچھ حصّہ دیا گیا تھا (اور پھر) شیطانوں اور بتوں کا کلمہ پڑھنے لگے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے انکی نسبت کہنے لگے کہ یہ تو ایمان لانیوالوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں۔

پس آپؑ نے فرمایا کہ ائمۂ ضلال اور جہنّم کی طرف بلانے والوں کا کہنا ہے کہ وہ آلِ محمدؐ سے بہتر راہ پانے والے ہیں۔ اُولٰئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَ مَنۡ یَّلۡعَنِ اللّٰہُ فَلَنۡ تَجِدَ لَہٗ نَصِیۡراً ۔ اَمۡ لَھُمۡ نَصِیۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡکِ (یعنی امامت وخلافت) فَاِذاً لَّا یُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِیۡراً (۴:۵۲۔۵۳)۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) یہی وہ لوگ ہیں جن پر خُدا نے لعنت کی ہے، اور جن پر خدا نے لعنت کی ہے تم ان کا مددگار ہرگز کسی کو نہ پاؤ گے۔ کیا سلطنت (یعنی خلافت وامامت) میں کچھ انکا بھی حصّہ ہے جس میں سے لوگوں کو ذرّہ برابر بھی نہ دیں گے۔

یہاں ہم وہ لوگ ہیں جو اس آیت میں مراد ہیں اور نقیر سے وہ نقطہ مراد ہے جو گٹھلی کے درمیان نظر آتا ہے، اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ (۴:۵۴)۔ ترجمہ: یا وہ (اللہ کے خاص) لوگوں سے اس فضل کی وجہ سے حَسد کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے دیا ہے۔

یہاں ہم یہی وہ لوگ ہیں، کہ لوگ ہم سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں امامت دی ہے جو دوسرے تمام لوگوں کو نہیں دی ہے۔ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰھِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ اٰتَیۡنٰھُمۡ مُّلۡکاً عَظِیۡماً (۴:۵۴)۔ ترجمہ: ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے اور ان کو بہت بڑی سلطنت بھی دی ہے۔

یعنی ان میں سے ہم کو رُسُل، انبیاء اور ائمہ قرار دیا ہے، یہاں تک کہ فرمایا: ظِلًّا ظَلِیۡلًا (۴:۵۷)۔ ہم انہیں گھنے سایوں میں داخل کریں گے۔

پھر فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھۡلِھَا وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمۡ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ

كَانَ سَمِيْعاً بَصِيْراً (۵۸:۴)۔ ترجمہ: (اے ایماندارو) خداتمہیں حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانتیں امانت رکھنے والوں کے حوالے کردو۔ اور جب لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے لگوتو انصاف سے فیصلہ کرو۔ خداتم کواس کی کیا ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ خدا (سب کی) سُنتا (اور سب کچھ) دیکھتا ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: اس آیت میں ہم ہی مراد ہیں، اس لئے کہ ہم میں سے ہر پہلا امام بعد میں آنے والے امام کو کتاب، علم اور سلاح حوالہ کرتا ہے، ''اور جب فیصلہ کروتو لوگوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرو' اور جب تم غالب آجاؤ تو لوگوں کے درمیان اس عدل کے مطابق فیصلہ کرو جو ہماری طرف سے تمہارے ہاتھوں میں ہے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ (۵۹:۴) اے ایمان والو! یہ قیامت تک آنے والے تمام مومنین سے خطاب ہے کہ: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۵۹:۴)۔ ترجمہ: خدا کی اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرواور جوتم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبانِ حکم ہوں ان کی اطاعت کرو۔

یہاں [اولی الامر سے] ہم ہی مراد ہیں، سائل نے آپ سے عرض کیا کہ اللہ عزّ وجلّ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (۵۵:۵)۔ ترجمہ: (اے ایماندارو) تمہارے حاکم بس یہی ہیں خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جونماز ادا کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اس سے مراد ہم ہیں۔ سائل نے کہا: اللہ کے اس قول کا

کیا مطلب ہے کہ: یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۱۹:۹)۔ ترجمہ: اے ایماندارو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

آپ نے فرمایا کہ صادقون ہم ہی ہیں اور اس سے ہم ہی مراد ہیں۔ سائل نے کہا: پس عزّ وجلّ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱۰۵:۹)۔ ترجمہ: اور (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ تم لوگ اپنے اپنے کام کئے جاؤ ابھی تو خدا اور اس کا رسولؐ اور مومنین تمہارے کاموں کو دیکھیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ کے اس قول میں ہم ہی مراد ہیں۔ سائل نے کہا: پس اللہ کا یہ بھی قول ہے کہ: وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطاً لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیداً (۱۴۳:۲)۔ ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو عادل امّت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (رسول محمدؐ) تم پر گواہ بنیں۔

امامؑ نے فرمایا: امّت وسط ہم ہیں اور ہم ہی مخلوق پر خدا کے گواہ ہیں اور اس کی زمین میں اس کے حجج ہیں۔ سائل نے کہا: آلِ ابراہیمؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وَ اٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکاً عَظِیْماً (۵۴:۴)۔ ترجمہ: اور ہم نے ان کو بہت بڑی سلطنت دی ہے۔

امام نے فرمایا: ملکِ عظیم سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان ائمہ مقرر کیے، جس نے ان کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ پس ملکِ عظیم یہی ہے، لوگ آلِ ابراہیمؑ کے لئے ملکِ عظیم کا تو اقرار کرتے ہیں مگر آلِ محمدؐ کے لئے اس کا کس طرح

انکار کرتے ہیں۔سائل نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَ افۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۔ وَجَاھِدُوۡا فِی اللہِ حَقَّ جِھَادِہٖ تا آخر سورہ (۲۲:۷۷-۷۸)۔ ترجمہ: اے ایماندار و رکوع کرو اور سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نیکی کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔اور جو حق جہاد کرنے کا ہے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔

امامؑ نے فرمایا اس سے ہم مراد ہیں، ہم اپنے والد ابراھیم کی ملّت کے ساتھ برگزیدہ ہوئے ہیں، اور خدا نے ہمیں سابقہ کُتب میں بھی اور قرآن میں بھی مسلمین کے نام سے موسوم کیا ہے تاکہ نبیؐ تم پر گواہ ہو۔پس رسولؐ اللہ ہم پر گواہ ہے اسلئے کہ آپؐ نے خدا کی جانب سے ہم تک پہنچایا ہے اور ہم لوگوں پر گواہ ہیں، پس جس نے تصدیق کی قیامت کے دن ہم اس کی تصدیق کریں گے اور جس نے جھٹلایا ہم اسے جھٹلائیں گے۔سائل نے کہا: اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: بَلۡ ھُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ (۲۹:۴۹)۔ ترجمہ: بلکہ جن لوگوں کو (خدا کی طرف سے) علم عطا ہوا ہے انکے دل میں یہ (قرآن) واضح روشن آیتیں ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اس سے ہم مراد ہیں، اور ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو علم دیا گیا ہے۔سائل نے کہا: اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: قُلۡ کَفٰی بِاللہِ شَھِیۡدًا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ وَمَنۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡکِتٰبِ (۱۳:۴۳)۔ ترجمہ: تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے کافی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہم ہیں، اور آنحضرتؐ کے بعد علیؑ ہم سب

میں اوّل، افضل اور بہتر ہے۔ سائل نے کہا: پس اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَ سَوْفَ تُسْئَلُوْنَ (۴۳:۴۴)۔ ترجمہ: اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور عنقریب ہی تم لوگوں سے (اسکی) باز پرس کی جائے گی۔

امامؑ نے فرمایا: اس سے ہم ہی مراد ہیں، ہم ہی اھلِ ذکر ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں جن سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔ سائل نے کہا: پس اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے: اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۱۳:۷)۔ ترجمہ: (تم تو صرف خدا سے) ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کیلئے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: ڈرانے والا رسول اللہ ہیں اور ہر زمانے میں ہم میں سے ایک امام ہے وہ لوگوں کو اس چیز کی جانب رہنمائی کرتا ہے جو رسول اللہ لے آئے ہیں۔ پس آنحضرتؐ کے بعد ان میں سب سے پہلا ھادی علی ابنِ ابی طالبؑ ہیں، پھر ان کے بعد یکے بعد دیگرے اوصیاء ہیں جن پر افضل ترین سلام ہو، سائل نے کہا: نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (۳:۷)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالےٰ اور ان لوگوں کے سوا جو علم میں بڑے پایہ پر فائز ہیں اس (قرآن) کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: رسولُ اللہ "راسِخونَ فِی العِلم" میں سب سے افضل ہیں، بلا شبہ تنزیل اور تاویل میں سے جو بھی نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے سب کچھ آپؐ کو سکھا دیا ہے، آپؐ پر کوئی چیز نازل نہیں ہوئی تھی مگر یہ کہ آپ اس کی تاویل جانتے تھے۔ پھر آپؐ کے بعد اوصیاء "راسخونَ فِی العلم" ہیں وہ اس کی تمام تاویل کو جانتے ہیں۔ سائل نے کہا: یہ بھی اللہ کا ارشاد ہے: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ

الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَ مِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ (۳۲:۳۵)۔ ترجمہ: پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارِث بنایا جنہیں (اہل سمجھ کر) منتخب کیا۔ کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو (نافرمانی کرکے) اپنی جان پر ستم ڈھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے (نیکی بدی کے) درمیان ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ خدا کے اختیار سے نیکیوں میں (اوروں سے) گوئے سبقت لے گئے ہیں یہی (انتخاب وسبقت) تو خدا کا بڑا فضل ہے۔

امام نے فرمایا: اس سے ہم ہی مراد ہیں، سابق سے امام مراد ہے۔ میانہ رو امام کے حق کو پہچاننے والا ہے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والا وہ شخص ہے جو ہم سے واقف تو ہے مگر شک میں ہے، جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔

ترجمہ: پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے خاص ان کو قرآن کا وارِث بنایا جنہیں (اہل سمجھ کر) منتخب کیا تو عامۃ النّاس یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد سب بندے ہیں، اور اگر ان کا گمان صحیح ہوتا تو سب کے سب برگزیدہ ہوتے اور سب جنّت میں جاتے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا (۱۳:۲۳، ۱۶:۳۱، ۳۵:۳۳)۔ ترجمہ: ہمیشہ رہنے والے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے۔

اور اسی طرح اس آیت کے بارے میں بھی جسے ہم نے اس باب کے آغاز میں نقل کیا ہے دو طرح کے اقوال ہیں، ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ جن صاحبانِ امر کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے وہ ''سرایا'' کے لیڈر (یعنی امراءِ لشکر) ہیں، کچھ اور لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اھلِ علم ہیں، اس سے ان کا مقصد اہلِ فتویٰ

ہیں، اگر غور کیا جائے تو یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ جہاں تک ان لوگوں کے قول کا تعلق ہے جن کا یہ گمان ہے کہ اولوالامر سے لشکر مراد ہیں تو گویا وہ امراء لشکر کو ائمہؑ سے برتر مانتے ہیں جن کی جانب سے یہ امراء سرایا کے لئے جاتے تھے اور [ان عوام نے] اماموں پر سردارانِ لشکر کی اطاعت کو واجب کیا، نہ صرف یہ بلکہ تمام مومنین پر بھی امراء لشکر کی اطاعت کو واجب کیا، اسلئے کہ اللہ عزّ وَجَلّ کا ارشاد: "یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" تمام مومنین کو اس میں داخل کرتا ہے، اور کسی مومن کو اس سے دوسرے کے مقابلے میں مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا، مگر یہ کہ خدا کی کتاب سے کسی دلیل یا رسولؐ کے کسی ارشاد کی بنیاد پر جو فریضہ بیان پر مامور ہیں۔ حالانکہ ایسی کوئی چیز ان کو ملتی نہیں ہے، وہ خود بھی سردارانِ لشکر کی اطاعت صرف ان لوگوں پر واجب سمجھتے ہیں جو ان کے ہمراہ ہیں، پس جس چیز کا وہ زبانی دعویٰ کرتے ہیں، وہ باطل ہوئی۔ جہاں تک اس شخص کے دعویٰ کا تعلق ہے جس کا یہ گمان ہے کہ اولوالامر علماء ہیں، اور علماء سے مراد علمائے عامہ ہیں جو خود آپس میں اختلاف کے شکار ہیں اور جن میں سے ایک کی اطاعت دوسرے کی نافرمانی ہے [یعنی] جب مومن ان میں سے کسی ایک کی اطاعت کرتا ہے تو وہ دوسرے کی نافرمانی شمار ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ایسی جماعت کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا جس کے افراد آپس میں اختلاف کے شکار ہوں، اسلئے کہ جو طاعت پر مامور ہے وہ جانتا ہی نہیں ہے کہ ان میں سے کس کی اطاعت کی جائے، اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا غلط ہونا بالکل واضح ہے، اور اس کا غلط ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس کے قائل کے ساتھ بحث کرنے کی ہمیں حاجت ہی نہیں رہتی ہے، اور جو افراد اس نام کے لائق ہیں اور جنہیں اولوالامر کہا جاتا ہے وہ ائمہؑ ہیں جو تمام امر کے مالک ہیں اور وہی صاحبانِ امر ہیں،

اور غور کرنے والے شخص کے لئے یہ بات بالکل واضح ہے، اور خدائے عزّ وَجَلّ اپنی طاعت اور اپنے رسولؐ کی طاعت کے ساتھ کسی ایسے شخص کی طاعت کو شامل نہیں کرتا اور مخلوق کو اس کی بات سننے اور اسی کی اطاعت کرنے پر مامور نہیں کرتا جس کے امر کے نفاذ کا دائرہ خدائے عزّ وَجَلّ اور اس کے رسولؐ کے امر کے نفاذ کے دائرے کے برابر نہ ہو جو زمین پر اللہ کے احکام کے نفاذ سے عبارت ہے، اور عامۃ النّاس میں سے جس کا یہ کہنا ہے کہ اولوالامر سردارانِ لشکر اور علماء ہیں تو یہ خود ہمارے قول کی جانب رجوع ہے، اسلئے کہ امراء لشکر خود ائمہؑ کی اطاعت پر مامور ہیں اور ان کی امارت ائمہؑ کی جانب سے ہے، اور چونکہ وہ ائمہؑ کی جانب سے امارت پر فائز ہوئے ہیں اسلئے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے ماتحت افراد ان کی اطاعت کریں۔ اور جہاں تک اس شخص کے قول کا سوال ہے جس کا یہ کہنا ہے کہ علماء اولوالامر ہیں [اصل بات یہ ہے کہ] ائمہؑ ہی حقیقی علماء ہیں، اور باقی علماء ائمہؑ سے نچلے درجے پر ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ائمہؑ علم اور مرتبہ کے لحاظ سے علماء سے بلند و برتر ہیں۔

اور امام جعفر بن محمد صَلَوٰاتُ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حسن بن صالح بن حیّ اور علی بن صالح بن حیّ نے آپؑ سے خدائے عزّ وَجَلّ کے اس قول کے بارے میں کہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (۴:۵۹)۔ ترجمہ: اے ایماندارو خدا کی اطاعت کرو اور رسُولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبانِ حکم ہوں ان کی اطاعت کرو)، سوال کیا کہ اولوالامر کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ: علماء ہیں، جب یہ دونوں امام کے حضور سے باہر آئے تو علی بن صالح نے کہا: ہم نے کوئی نتیجہ حاصل نہیں کیا، ہم

نے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ یہ علماء کون ہیں؟ پس امامؑ کی جانب واپس لوٹے اور آپؑ سے سوال کیا، آپؑ نے فرمایا: اھلِ بیتِ رسول اللہؐ سے ہونے والے ائمہ ہیں۔ نیز ابوجعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ: وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰىٓ اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (۴:۸۳)۔ ترجمہ: حالانکہ اگر وہ اس خبر کو رسولؐ یا اپنے (ایمانداروں) میں سے صاحبانِ امر تک پہنچاتے تو بیشک جو لوگ ان میں سے اسکی تحقیق کرنے والے ہیں (پیغمبر یا اولوالامر) اس کو سمجھ لیتے۔

آپ نے فرمایا: وہ اھلِ بیتِ رسول اللہؐ سے ہونے والے ائمہ ہیں، اللہ نے ان کو اھلِ علم بنایا ہے جو استنباط کرتے ہیں، پھر ان کی اطاعت کو فرض کیا ہے اور فرمایا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۴:۵۹)۔ ترجمہ: خدا کی اطاعت کرو اور رسُولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبانِ حکم ہوں ان کی اطاعت کرو۔ نیز جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے، آپؑ نے ایک ایسے شخص کی بات سنی جو خانۂ کعبہ کا طواف کرتا تھا اور کہتا تھا کہ: اے اللہ مجھے ان لوگوں سے بنا ”جن کے سامنے جب اللہ کی آیتوں کا ذکر ہوتا ہے تو اندھے بہرے بن کر نہیں گرتے“ (۲۵:۷۳)۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں سے بنا ”جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رَبّ تو ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنادے“ (۲۵:۷۴)۔

پس ابوعبداللہ نے اس شخص سے کہا: بلاشبہ تُو نے اپنے پروردگار سے ایک ایسی چیز مانگی جو تیری حیثیت سے بڑھ کر ہے، تُو نے مطالبہ کیا کہ تجھ کو متّقین کے

لئے امام بنائے جس کی اطاعت فرض ہے۔ پس آپؑ کے کسی صحابی نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ: میں آپ سے فدا ہو جاؤں پہلی آیت کس کے بارے میں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تمہارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سائل نے کہا: اور دوسری آیت؟ آپ نے فرمایا: ہمارے بارے میں۔

اور آپؑ [امام جعفرؑ] ہی سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں روایت ہے کہ: **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ** (۴:۵۹)۔ ترجمہ: اے ایماندارو خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت اور جو تم میں سے (رسول ہی کی طرح) صاحبانِ حکم ہوں ان کی اطاعت کرو۔

آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سے ہونے والے ائمہ ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے۔

نیز آپ علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے آنحضورؐ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ "**مَنْ مَاتَ لَا یَعْرِفُ اِمَامَ دَھْرِہٖ حَیًّا مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً**" یعنی جو شخص اپنے زندہ امام کی معرفت کے بغیر فوت ہوا وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ شخص جاہلیت کی موت مر گیا جو آلِ محمدؐ میں سے ہو یا غیرِ آلِ محمد میں سے ہو۔ آپ نے فرمایا: جو بھی امامِ [زمانہ] کا منکر ہوا وہ جاہلیت کی موت مر گیا، خواہ وہ آلِ محمدؐ سے ہو یا کوئی اور ہو۔

نیز آپؑ سے روایت ہے کہ آپؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ: **اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ** (۱۵:۷۵)۔ ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ اس میں (اصلی بات کے) تاڑ جانے والوں کے لئے (قدرتِ

خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔

آپ نے فرمایا: وہ ائمہ ہیں جو اللہ کے نُور کی روشنی میں دیکھتے ہیں، پس تم اپنے بارے میں ان کی فراست سے ڈرتے رہو۔

رسول اللہؐ سے روایت ہے، آپؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ تُو اور تیری اولاد سے ہونے والے اوصیاء بہشت اور دوزخ کے درمیان خدا کے اعراف ہیں، بہشت میں صرف وہی شخص داخل ہوگا جس کو تم پہچانو گے اور وہ تم کو پہچانے گا، اور دوزخ میں بھی صرف وہی داخل ہوگا جو تمہارے لئے انکار کریگا اور تم اس کا انکار کرو گے۔ پس یہی وہ واضح اور صحیح تاویل ہے جس کے بغیر کوئی بات درست نہیں۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ عامۃ النّاس نے تاویل کی ہے کہ اصحابِ اعراف بعض ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال ایسے ہیں کہ وہ جنّت جانے سے قاصر ہیں اور ان کے اعمال ایسے بھی نہیں ہیں کہ انہیں دوزخ بھیجا جائے۔ پس یہی لوگ جنّت اور دوزخ کے درمیان ہیں، اور اللہ عزّ وَجَلّ نے آخرت میں صرف دو گھر بنائے ہے: دارِ ثواب اور دارِ عقاب، یعنی جنّت اور آگ، اور یہ دونوں درجات ہیں، اہلِ بہشت ان اعمالِ خیر کے درجات کے مطابق جو انھوں نے انجام دئے ہیں جنّت جاتے ہیں، اور اھلِ دوزخ اپنے بُرے اعمال کے مراتب کے مطابق دوزخ جاتے ہیں، پس جو شخص کسی بھی قسم کے عذاب کا مستحق نہیں بنتا ہے وہ اس [خدا] کی رحمت میں ہے، پس اہلِ اعراف کس طرح اس حال میں ہوتے ہیں جیسا کہ عامۃ نے کہا ہے کہ وہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ٹھہرے ہوتے ہیں، بہشت میں داخل ہونے سے قاصر ہیں اور خدائے عزّ وَجَلّ کی رحمت سے دور ہیں جبکہ خدائے عزّ وَجَلّ اپنی کتاب میں ان کے عظیم مرتبے کا ذکر فرماتا ہے، یعنی یہ کہ وہ اس روز لوگوں کو ان کی

پیشانی سے ہی پہچان لیتے ہیں اور اہلِ دوزخ کو ان کے گناہوں سے آگاہ کرتے ہیں اور ان کی سرزنش کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں: مَآ اَغْنٰی عَنْکُمْ جَمْعُکُمْ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ. اَھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَایَنَا لُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ (۷:۴۸۔۴۹)۔ ترجمہ: تمہاری جمعیّت اور جو کچھ تم تکبّر کیا کرتے تھے، تمہارے کام نہ آئے۔ کیا یہی وہ لوگ تھے جن کی نسبت تم قسمیہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت نہیں کرے گا۔

ان کی مراد اہلِ جنّت کا ایک گروہ ہے اور وہ اہلِ بہشت کو آواز دیتے ہیں کہ تم پر سلام ہو اور کہتے ہیں (۷:۴۷)۔ "جنّت میں داخل ہو جاؤ نہ تمہارے لئے کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو جاؤ گے۔" اور لوگ شفاعت کی امید پر مدد حاصل کرنے کے لئے ان کو آواز دیتے ہیں جیسا کہ خدائے عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر فرمایا ہے جو ان کے عظیم اور بزرگ مرتبے کا ثبوت ہے کہ وہ اس کی مخلوق پر گواہ اور اس کے بندوں پر اس کی حجّت ہوں گے، اصحابِ اعراف خدا کے نزدیک وہ اصحاب ہیں جن کا درجہ نہایت بلند اور اونچا ہے، اور "عرف" ہر چیز کے بالائی حصّے کو کہا جاتا ہے، مثلاً کہتے ہیں "عرفُ الدّیک" (یعنی مرغے کی کلغی) اور عرف الفرس (یعنی گھوڑے کی ایال) اور اس کی جمع اعراف ہے۔ زبانوں کے ماہرین میں سے بعض نے کہا ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک ہر اونچی چیز اعراف ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ریت کے ڈھیر کو اعراف کہا جاتا ہے، اور اسی طرح عامہ کے بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہ "اور اصحابِ اعراف نے آواز دی (۷:۴۸)، کہا ہے کہ وہ جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک بلند مقام پر ہیں، اور دوسروں نے کہا ہے کہ: جنّت اور دوزخ کے درمیان ایک اونچی دیوار پر بیٹھے ہوئے

ہیں۔اس نام کی وجہِ تسمیہ بلندی ہے۔پس ان لوگوں (مفسرین) نے ایک منکر عارف اور ایک جاہل مقصر کی شکل میں حق کے گرد چکر لگایا ہے۔ہم حیرت، گمراہی، انکارِ حق اور جہالت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، چنانچہ کتابِ خدا جَلَّ ذِکرہ کے بارے میں عامہ کی اکثر تاویلیں نادرست ہیں، ان کی بنیاد محض ان کی آراء اور ان کی خواہشات ہیں، ہم خدا کی کتاب کے بارے میں اپنی رائے سے کام لینے، اور ہوا و ہوس کی پیروی کرنے سے بھی جو خدا کے نزدیک حق کی مخالفت ہے، خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔باوجود اس کے عامہ کا خیال ہے کہ اعراف سے ایک ایسی جماعت مراد ہے جو جنّت جانے سے قاصر رہی ہے، یہ ایک ایسی فاسد تاویل ہے کہ اس کے فاسد ہونے کے لئے کسی دلیل کی بھی حاجت نہیں ہے، اور ان کی اکثر تاویلیں ایسی ہی ہیں جو ان کی آراء کا نتیجہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کتاب کے بارے میں اور حلال و حرام کے بارے میں تفسیر بالرّائے کرنے سے محفوظ رکھے۔

نیز رسول اللہؐ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مامور ہوا ہوں جو میرا ربّ ہے، اور میرے اہلِ بیت کے ائمہ خدا کی اطاعت اور میری اطاعت پر مامور ہوئے ہیں، اور دوسرے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، میری اطاعت اور میرے اہلِ بیت سے ہونے والے ائمہ کی اطاعت پر مامور ہوئے ہیں، پس جس نے ان کی پیروی کی اسے نجات ملی اور جس نے ان کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہوا، اور کسی روگردان کے سوا کوئی بھی ان کو نہیں چھوڑتا۔

نیز جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہ: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ (۴:۸۳)۔ ترجمہ: ”حالانکہ اگر وہ اس خبر کو رسولؐ یا اپنے (ایمانداروں) میں سے صاحبانِ امر

تک پہنچاتے'' پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہم وہ اولوالامر ہیں جن کی طرف رجوع کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اور آپ علیہ السّلام سے ہی روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپؑ سے کہا: میں آپ سے فدا ہو جاؤں ہمارے درمیان بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد: فَسْـئَـلُوْٓا اَهْـلَ الـذِّكْـرِ اِنْ كُـنْـتُـمْ لَاتَـعْـلَـمُـوْنَ (۱۶:۴۳)۔ ترجمہ: پس اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ ذکر سے پوچھو سے علماءِ یہود مراد ہیں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو خدا کی قسم وہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلائیں گے۔ بلکہ قسم بخدا ہم ہی اہلِ ذکر ہیں جن کی طرف اللہ نے مسائل کو لوٹانے کا حکم دیا ہے۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے، آپؑ نے رسول اللہ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ ''مَنْ مَاتَ لَایَعْرِفُ اِمَامَ دَهْرِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً''، یعنی جو مرا اور اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا، فرمایا: یعنی امامِ زندہ۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا: ہم نے [لفظ] زندہ نہیں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم ایسا ہی کہا ہے، یعنی رسول اللہؐ نے [ایسا ہی فرمایا ہے]۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول يَـوْمَ نَـدْعُـوْا كُلَّ اُنَـاسٍ بِـاِمَـامِهِمْ (۱۷:۷۱)۔ ترجمہ: اس دن (کو یاد کرو) جب ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے، کے بارے میں فرمایا: اس سے وہ [امام] مراد ہے جس کی دنیا میں پیروی کی ہوگی۔ یعنی علیؑ کے زمانے کے لوگوں کو علیؑ کے ساتھ بلایا جائے گا، حسنؑ کے زمانے کے لوگوں کو حسنؑ کے ساتھ اور حسینؑ کے زمانے کے لوگوں کو حسینؑ کے ساتھ بلایا جائیگا۔ اسی طرح آپ نے دوسرے ائمہؑ کے نام گنے، پھر فرمایا رسول اللہ کا ارشاد ہے: ''مَـنْ مَـاتَ لَایَـعْرِفُ اِمَامَ دَهْرِهٖ

مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً"۔

ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ: اے فرزندِ رسول اللہ، قریش آپ کی اس بات سے رنجیدہ ہوتے ہیں کہ آپؑ لوگ [یعنی ائمہؑ] ہی ان کے مولا ہیں۔ پس ابو جعفرؑ نے فرمایا: لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو ہم نے اللہ کی طرف بلایا تو انھوں نے ہماری دعوت قبول کی، پس ان پر خدا کا، رسولِ خداؐ کا اور ہمارا احسان ہے۔ دوسری قسم کو ہم نے [جہاد میں] قتل کیا۔ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر فتحِ مکّہ کے دن خدا اور اس کے رسولؐ نے احسان کیا، اور ان پر یہ احسان خدا اور اس کے رسولؐ نے ہماری وجہ سے کیا تھا، پس اس قسم کی باتیں کرنے والا ان تینوں اصناف میں سے جس میں چاہے شامل ہو جائے۔

اور ابوذرؓ رحمت اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپؓ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد حج کے موقع پر حاضر ہوئے، اور جب آپ نے لوگوں کو ہجوم بنا کر طوافِ کعبہ کرتے دیکھا تو آپ کعبہ کے دروازے پر زنجیر پکڑ کر کھڑے ہوئے اور تین دفعہ فرمایا: اے لوگو! لوگ جمع ہو گئے، ٹھہر گئے اور خاموشی اختیار کی۔ آپ نے فرمایا: جو مجھے پہچانتا ہے سو پہچانتا ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا ہے تو [وہ جان لے] میں ابوذرؓ غِفاری ہوں، جو کچھ میں نے رسولِ خدا سے سنا ہے وہ آپ کے لئے بیان کرتا ہوں۔ میں نے یہ حدیث اس وقت سنی ہے جب آپ سکرات میں تھے، آپ نے فرمایا: اِنِّی تَارِک" فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ، کِتَابُ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِی اَھْلَ بَیْتِی فَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ کَھَاتَیْنِ۔ یعنی میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں، خدا کی کتاب اور میرے اہلِ بیت کی

عترت، بلاشبہ یہ دونوں جدا ہونے والی نہیں، یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ (کوثر) پر وارِد ہوں گی، بالکل ان دونوں کی طرح۔ پھر آپ نے دونوں انگشتِ سبابہ (یعنی تسبیح والی انگلیوں) کو آپس میں ملا دیا اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ برابر کیا، پھر فرمایا: میں نہیں کہتا ہوں کہ اس طرح۔ پھر دائیں ہاتھ کی انگشتِ سبابہ اور درمیانی انگلی کو آگے کیا، اسلئے کہ ان میں ایک دوسری سے آگے ہے۔ آگاہ ہو کہ ان دونوں کی مثال تمہارے درمیان نوحؑ کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوا اسے نجات ملی اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ ڈوب گیا۔

نیز علیؑ سے روایت ہے کہ آپؑ سے "اھلِ ذکر" کے بارے میں پوچھا گیا، کہ وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہم ہی اہلِ ذکر ہیں۔ اور ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے، آپؑ سے بھی یہی پوچھا گیا، آپ نے بھی ایسا ہی جواب دیا، اور اس بارے میں اخبار اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ اس کتاب کی گنجائش سے باہر ہیں، اور ان میں سے جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ اہلِ عقل کے لئے اور ان لوگوں کے لئے کافی ہے جن کو راہِ صواب کی توفیق ملی ہے۔

اس امر کا بیان کہ محمّد اور آلِ محمّد صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین پر جو آپؐ کے اہلِ بیت ہیں صَلٰواۃ بھیجنا واجب ہے، نیز ان کے درمیان انتقالِ امامت اور اس بات کا بیان کہ وہ محمّدؐ کی امّت میں شامل ہیں

اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً (۳۳:۵۶)۔ ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ خدا اور اس کے فرشتے پیغمبرؐ (اور ان کی آل) پر درود بھیجتے ہیں۔ تو اے ایماندارو! تم بھی درود بھیجتے رہو اور برابر سلام کرتے رہو۔

اور رسول اللہؐ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کی ایک جماعت نے آپؐ سے سوال کیا کہ: یا رسول اللہؐ، ہم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کے لئے سلام کس طرح پیش کیا جائے مگر [بتا دیجئے] آپ پر درود کس طرح بھیجی جائے، آپ نے فرمایا: یوں کہو، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“۔ پس رسول اللہ نے ان کے لئے بیان فرمایا کہ آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا طریقہ کیا ہے جسے خدائے عزّ وجلّ نے ان پر فرض کیا ہے، اور یہ درود آپؐ اور آپؐ کی آل پر بھیجنا

ہے، بالکل اس طرح جس طرح رسولِ خدا نے ان تمام فرائض کی انہیں تعلیم دی جن کا ذکر اجمالاً قرآن میں موجود ہے، مثلاً صَلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، ولایت اور جہاد، مثلاً نماز کا ذکر مجملاً نازل ہوا ہے، رسول اللہؐ نے ان کے لئے اس کی وضاحت کی۔

اور اس روایت کو عامہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح ہم نے بیان کیا، اور جب ان کو اس کی تردید کا کوئی راستہ نہ ملا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ تمام مسلمان آلِ محمد ہیں تاکہ اہلِ بیتِ رسول اللہ کو اِس فضیلت سے خارج کریں جس کے لئے اللہ عزَّ وَجَلّ نے انہیں مخصوص کیا ہے اور کتابِ خدا نے اس کا ذکر کیا ہے، اور رسولِ خدا نے اسے بیان فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی امامت کے دلائل میں سے ایک دلیل اور ان کی اطاعت واجب ہونے کا ثبوت قرار دیا ہے۔ اسلئے کہ ان [اہلِ بیت] کو اس میں رسول اللہؐ کی ذات سے مقرون کیا ہے، اور عامہ کا یہ نظریہ محض حق سے انکار ہے جس کی نادرستی اہلِ تمیز اور اہلِ عقل پر ہرگز چھپی نہیں، اور اس بارے میں ان کا جھوٹ اس قدر واضح ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی بھی حاجت نہیں ہے۔

نیز ابو عبد اللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ کسی سائل نے آپؑ سے سوال کیا اور کہا: اے فرزندِ رسول اللہؐ، مجھے آلِ محمدؐ کے بارے میں بتا دیجئے کہ وہ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ آنحضورؐ کے خاص اہلِ بیت ہیں۔ سائل نے کہا: عامہ کا یہ گمان ہے کہ تمام مسلمان آلِ محمد ہیں، ابو عبد اللہؑ نے تبسم فرمایا، پھر فرمایا کہ: جھوٹ بھی بولا ہے اور سچ بھی کہا ہے۔ سائل نے کہا: اے فرزندِ رسول اللہ آپ کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ جھوٹ بھی بولا ہے اور سچ بھی کہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ایک اعتبار سے جھوٹ بولا ہے اور دوسرے اعتبار سے سچ کہا ہے، یہ بات

جھوٹ ہے کہ تمام مسلمان آلِ محمدؐ ہیں، یعنی وہ تمام لوگ جو اہلِ توحید ہیں اور پیغمبرؐ کے لئے اقرار کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ ان کے دین میں اس قدر نقائص اور بے اعتدالیاں ہیں، اور سچ اس اعتبار سے کہ مسلمانوں میں سے جو مومن ہیں وہ آلِ محمدؐ کے زمرے میں ہیں، اگرچہ آلِ محمدؐ کے ساتھ ان کی ظاہری نسبت نہ بھی ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن کے شرائط پر عمل کرتے ہیں، اس وجہ سے نہیں کہ وہ وہی آلِ محمدؐ ہیں جن سے اللہ نے ہر قسم کی ناپاکی دور کی ہے اور ان کو پاک کیا ہے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے، پس جس نے قرآن کے شرائط پر عمل کیا اور آلِ محمدؐ کی پیروی کی تو ایسا شخص ان کی دوستی اور متابعت کی بدولت آلِ محمدؐ ہے، ہر چند کہ اس کی [ظاہری] نسبت محمدؐ کی نسبت سے دور ہی کیوں نہ ہو۔ سائل نے عرض کیا، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، مجھے بتایئے کہ وہ شرائط کیا ہیں جن پر عمل کرنے اور ان کی حفاظت کرنے کی وجہ سے وہ آلِ محمدؐ بن جاتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: قرآن کے شرائط پر عمل اور آلِ محمد صلوٰاتُ اللہ علیہم کی متابعت، پس جو شخص ان سے دوستی کرتا ہے، اور ان کو تمام لوگوں پر مقدم سمجھتا ہے جیسا کہ قرابتِ رسولُ اللہ کے ذریعے اللہ نے ان کو مقدم رکھا ہے تو وہ اس معنی میں آلِ محمدؐ سے ہے، اور اللہ نے بھی اپنی کتاب میں ایسا ہی حکم دیا ہے، جَلَّ ثناؤہ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵:۵۱)۔ ترجمہ: اور (یاد رہے کہ) تم میں سے جس نے ان کو اپنا سرپرست بنایا پس پھر وہ بھی انہی لوگوں میں ہو گیا۔

اور ابراہیمؑ کے قول کا ذکر فرمایا ہے: فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۴:۳۶)۔ ترجمہ: تو جو شخص میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی (تو تجھے اختیار ہے) تُو تو بڑا

بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز یہود کے بارے میں ان کا قول نقل کرتا ہے کہ: اَلَّذِیْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ (۱۸۳:۳)۔

ترجمہ: خدا نے تو ہم سے عہد کیا ہے کہ جب تک کوئی (رَسُول) ہمیں یہ (معجزہ) نہ دکھادے کہ وہ قربانی کرے اور اسکو (آسمانی) آگ آکر چٹ کر جائے اس وقت تک ہم کسی رسول پر ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ عزَّ وَجَلَّ اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ: قُلْ قَدْ جَآءَ کُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْ ھُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۱۸۳:۳)۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) تم کہدو کہ (بھلا یہ تو بتاؤ) بہتیرے پیغمبر مجھ سے قبل تمہارے پاس واضح وروشن معجزات اور جس چیز کی تم نے (اس وقت فرمائش کی ہے وہ بھی) لیکر آئے پھر تم اگر اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں قتل کیا۔

نیز ایک اور جگہ فرماتا ہے قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ مِنْ قَبْلُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۹۱:۲)۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) ان سے کہو کہ اگر تم مومن ہوتے تو اس سے قبل انبیاء اللہ کو کیوں قتل کرتے۔

بلاشبہ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو رسول اللہؐ کے زمانے میں تھے، انھوں نے ہرگز اپنے ہاتھوں سے انبیاء کو قتل نہیں کیا تھا اور نہ وہ ان لوگوں کے زمانے میں تھے [جنہوں نے انبیاء کو قتل کیا تھا] قتل تو ان کے اسلاف نے کیا تھا البتہ وہ اپنے اسلاف کے فعل پر راضی ہوگئے، اور اس میں ان کے پیرو تھے، پس اللہ عزَّ وَجَلَّ نے اسلاف کے فعل کو ان سے منسوب کیا اور ان کی متابعت

کی وجہ سے ان کو بھی ان میں سے قرار دیا۔ سائل نے عرض کیا: اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، میرے لئے خدا کی کتاب سے کوئی دلیل لاؤ، تاکہ اس سے استدلال کروں کہ آلِ محمدؐ ہی ان کے خاص اہلِ بیت ہیں، دوسرا کوئی بھی نہیں، آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، اللہ عزَّ وَجَلَّ کا جو سچ بولنے والوں میں سب سے سچ بولنے والا ہے، ارشاد ہے کہ: اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ذُرِّیَّۃً بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (۳:۳۳-۳۴)۔

ترجمہ: بے شک خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور خاندانِ ابراہیمؑ اور خاندانِ عمرانؑ کو سارے جہان سے برگزیدہ کیا ہے بعض کی اولاد کو بعض سے اور خدا (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

پھر آپؑ نے وضاحت کی کہ وہ کون ہیں جن کو اللہ نے مصطفٰی بنایا ہے، اور فرمایا: ذُرِّیَّۃً بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۔ ترجمہ: بعض کی اولاد کو بعض سے اور خدا (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

اور کسی قوم کی ذرّیّت صرف ان کی نسل ہوتی ہے، عزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا وَقَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ (۳۴:۱۳)۔ ترجمہ: اے داؤد کی اولاد شکر کرو اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے (بندے) تھوڑے سے ہیں۔

نیز فرمایا: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤۡمِنٌ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَکۡتُمُ اِیۡمَانَہٗۤ اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ (۴۰:۲۸)۔ ترجمہ: اور فرعون کے لوگوں میں ایک ایماندار شخص (حزقیل) نے جو اپنے ایمان کو چھپائے رہتا تھا (لوگوں سے) کہا کیا تم لوگ ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو (صرف) یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔

اور یہ آدمی فرعون کا عم زاد بھائی تھا، اور اللہ نے اس مومن کو قرابتِ نسب کی وجہ سے فرعون کی نسبت دی ہے جبکہ وہ دین و مذہب کے اعتبار سے فرعون کا مخالف ہے، اور اگر وہ تمام لوگ آلِ محمد ہوتے جنہوں نے محمدؐ پر ایمان لایا ہے، یعنی وہی لوگ ہوتے جن کو خدا نے قرآن میں مراد لیا ہے تو مومنِ آلِ فرعون کو جو دینِ فرعون کا مخالف تھا فرعون سے منسوب نہ کرتا، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی آل ہی اس کے اہلِ بیت ہیں، اور جس نے آلِ محمدؐ پیروی کی وہ اس معنی میں ان میں سے ہے، جیسا کہ ابراہیمؑ فرماتا ہے: فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۳۶:۱۴)۔ ترجمہ: تو جو شخص میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی (تو تجھے اختیار ہے) تُو تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور عزَّ وَجلَّ کا ارشاد ہے: اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۶:۴۰)۔ ترجمہ: فرعون کے لوگوں کو سخت سے سخت عذاب میں جھونک دو۔

یعنی اس کے اہلِ بیت کو خاص طور پر اور اس کے پیروکاروں کو عام طور پر، اور فرعون کے اہلِ بیت کے علاوہ جو بھی جہنم جائیگا اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اس نے اس کے اہلِ بیت کی پیروی کی ہے، اور ان کی متابعت کی وجہ سے وہ ان میں شامل ہوتا ہے، اور آلِ فرعون ان کے ائمہ ہیں، پس جس نے ان سے دوستی کی وہ ان کا پیروکار ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ (۳۷:۱۳۰)۔

ترجمہ: ہر طرف سے آلِ یاسین پر سلام (ہی سلام) ہے۔

اور یاسین محمدؐ ہیں اور آلِ یاسین ان کے اہلِ بیت ہیں، جیسا کہ فرمایا ہے اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (۳۴:۱۳)۔

ترجمہ: اے داوٗد کی اولاد شکر کرو اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے (بندے) تھوڑے سے ہیں۔

اورعزّ وجلّ کا ارشاد ہے: وَ بَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ الُ مُوسىٰ وَ الُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰئِكَةُ (۲:۲۴۸)۔ ترجمہ: اوران تبرکات سے بچا کھچا ہوگا جو موسیٰؑ و ہارونؑ کی اولاد یادگار چھوڑ گئی ہے اوراس صندوق کو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہونگے۔

اور یہ اس معنی میں ہے کہ آلِ موسیٰ، آلِ ہارون، آلِ داوٗد اور آلِ یاسین میں سے ایسے افراد بھی ہوں گے جن کی ان کے ساتھ متابعت کے سوا کوئی نسبت نہیں ہوگی، پس انبیاء کے اہلِ بیوت ائمہؑ ہیں، جس نے ان سے دوستی کی اوران کی متابعت کی وہ اس معنی میں ان میں سے ہے جیسا کہ خدائے سبحان نے اس کی وصف بیان کی ہے۔ اس کے بعد جعفر بن محمدؑ نے سائل سے کہا: جان لو کہ گزشتہ امتوں میں اور گزرے ہوئے زمانوں میں نیز ماضی کے اسلاف میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا اور کسی نے نہیں سنا ہے کہ اس نے اس امت سے بڑھ کر ظلم کیا ہو، اسلئے کہ اس امت کا یہ گمان ہے کہ ان کے اوران کے پیغمبر کے اہلِ بیت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور نہ انھیں ان پر کوئی فضیلت ہے، پس لوگوں میں سے جس نے ایسا گمان کیا تو اس نے سب سے غلط بات خدا سے منسوبؔ کی اور وہ ایک بڑی تہمت اور واضح گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اور وہ اس بات کی وجہ سے محمدؐ اور آلِ محمدؐ سے بری ہے، حتیٰ کہ وہ توبہ کرے اور حق کی طرف واپس آئے اور اس شخص کے فضل اور برتری کا اقرار کرے جسے خدا نے برتری دی ہے، اور وہی لوگ ہیں اہلِ بیتِ نبوّت، محلِ رحمت، معدنِ علم، اہلِ ذکر اور فرشتوں کی آمد ورفت کا مقام، پس جس کا

یہ گمان ہے کہ جو شخص ان اوصاف سے موصوف ہو اس کی کوئی برتری نہیں، تو وہ ان سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بیزار ہے، پھر فرمایا: اور یہاں اجماع کے لحاظ سے بھی ایک بات ہے، سائل نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: آیا جس چیز پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اس کی سچائی بیشتر اور قبول کرنے کے لئے اس کی شائستگی بہتر نہیں ہے بمقابلہ اس چیز کے جس کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے؟ سائل نے کہا: کیوں نہیں۔ امامؑ نے فرمایا: مجھے مسلمانوں کی کسی ایسی جماعت سے آگاہ کرو جس کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ ہے، یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا ہے کہ وہ آلِ محمد ہے۔ کیا وہ اس بات کا اقرار نہیں کرتے ہیں کہ اہلِ بیتِ محمد ان کے اس دعویٰ میں برابر کے شریک ہیں کہ وہ ہیں؟ سائل نے کہا: کیوں نہیں۔ امامؑ نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہیں وہ اہلِ بیتِ محمد کے بارے میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ محمد کے اہلِ بیت ہیں، جب کہ آلِ محمدؐ اس چیز کا انکار کرتے ہیں جس کا دعویٰ یہ مدعی کرتے ہیں، اور یہ دعویٰ غلط اور باطل ہے، یہاں تک کہ ان دو طریقوں میں سے ایک کے ذریعے وہ اپنا دعویٰ ثابت کریں، یا اہلِ بیتِ محمد کے اجماع کے ذریعے جو ان کے دعویٰ کا اقرار کریں اور تصدیق کریں اور ان کے اس دعویٰ پر کہ وہ آلِ محمدؐ ہیں گواہی دیں، یا یہ کہ اپنے دعویٰ کے گواہ کے طور پر ان کے علاوہ کوئی واضح دلیل لائیں جو آلِ محمدؐ ہونے کے دعویٰ میں شریک نہ ہو، اور یقیناً وہ ان دونوں دلیلوں میں سے ایک بھی نہیں لا سکتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو اہلِ بیتِ محمد کا حق ثابت ہوا، اور یہ کہ مدعیوں کا دعویٰ باطل ہے، اس لئے کہ اس بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے جبکہ آلِ محمدؐ کے حق پر دونوں طرف سے اتفاق ہے، چنانچہ مدعی کا دعویٰ یوں باطل ہوا جس کا ذکر کیا گیا، اوّل از روئے دلیل اور

[دوم] بہ لحاظِ اجماع جس کا ذکر کیا گیا۔ سائل نے عرض کیا: خدا مجھے آپ سے فدا کرے، مجھے امتِ محمد کے بارے میں بتایئے، آیا وہ اہلِ بیت محمد ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: جی ہاں، سائل نے کہا: کیا سارے مسلمان اور وہ تمام لوگ جنہوں نے آپ پر ایمان لایا ہے اور آپ کی تصدیق کی ہے آپ کی امّت نہیں ہیں؟ جعفر بن محمد نے فرمایا: آلِ محمدؐ کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی گزشتہ مسئلے کی طرح ہے، [ایک اعتبار سے] تمام مسلمان یعنی جو لوگ محمد کے اہلِ بیت اور بنی ہاشم سے نہیں وہ امتِ محمد میں شامل نہیں ہیں اور [دوسرے اعتبار سے] تمام لوگ اہلِ مشارق و مغارب، عرب و عجم، انس و جن جنہوں نے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اور اس کی تصدیق کی، اور اس امت کے ہمراہ جس میں آپ مبعوث ہوئے ہیں آپ کی پیروی کی، تو وہ سب اس امت کی ہمراہی کی بدولت امتِ محمدؐ میں شامل ہوئے۔ اور اس طرح مسلمانوں میں سے جو بھی خدا کی وحدانیت کے قائل ہوئے ہیں اور نبیؐ کے لئے اقرار کرتے ہیں وہ اس امت میں شامل ہے جس میں محمد مبعوث ہوئے ہیں، اور جو شخص اس امت کی برتری کا انکار کرتا ہے وہ ان لوگوں میں شامل ہے جنہوں نے یہ کہا کہ: نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ (۴:۱۵۰)۔ ترجمہ: ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

اور وہ ان دونوں کے بین بین ایک راستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں، اور وہ وہی لوگ ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ: کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں جی ہاں، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ: کیا تم آلِ محمدؐ کی فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہو جن پر تم ایمان لائے ہو اور جن کی تم نے تصدیق کی ہے؟ تو کہتے ہیں نہیں، اسلئے کہ ان کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ سائل نے عرض

کیا: اس کی کیا دلیل ہے کہ محمدؐ کی امّت محمدؐ کے اہلِ بیت یعنی وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آپ نے کیا اور دوسرا کوئی نہیں؟ امامؑ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالےٰ کا ارشاد ہے جو سچ بولنے والوں میں سب سے سچ بولنے والا ہے کہ: وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَ اَرِنَا مَنَا سِکَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (۲:۱۲۷-۱۲۸)۔ ترجمہ: اور (وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ خانۂ کعبہ کی نبیادیں بلند کر رہے تھے (اور دعا مانگتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار ہماری (یہ خدمت) قبول کر بیشک تُو ہی (دعا کا) سننے ولا (اور نیت کا) جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا ہی فرمانبردار بنا رہنے دے اور ہماری اولاد میں سے اپنی ہی ذات کی مُسلِمہ (فرمانبردار) اُمّت اُٹھا اور ہمیں ہمارے حج کی جگہیں دکھا دے اور ہماری طرف (مہربانی کی) توجہ فرما۔ کیونکہ تو بڑا ہی توجہ فرمانے والا نہایت ہی مہربان ہے۔

پس جب اللہ نے ابراھیم اور اسمٰعیل علیہما السّلام کی دعا قبول کی کہ وہ ان کی ذرّیت سے ایک مسلمان امّت مقرر کریگا، اور ان کے درمیان سے، یعنی اسی امّت سے ایک رسول مبعوث کرے گا جو ان پر اس کی آیات پڑے گا، اور ان کو پاک کرے گا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا، ابراھیمؑ نے پہلی دعا کے بعد جس میں اپنی ذرّیت سے ایک امّت کی تقرری کی درخواست کی تھی، ایک اور دعا کی اور خدا سے درخواست کی کہ ان کو خدا کے ساتھ شریک کرنے اور بت پرستی کرنے سے پاک رکھے، تاکہ امّت میں ان کا معاملہ [یعنی کارِ دعوت] درستی کے ساتھ آگے بڑھے اور وہ غیر کی پیروی نہ کریں، پس فرمایا: وَاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ

اَلۡاَصۡنَامَ (۱۴:۳۵)۔ ترجمہ: اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچالے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔

وہ اولاد جن کی خاطر میں نے تجھے پکارا ہے اور تو نے میرے ساتھ ان کو ائمّہ اور مسلمان امّت قرار دینے کا وعدہ کیا ہے، اور ان ہی میں سے ان کے لئے رسول مبعوث کرے گا، اور ان کو بتوں کی پرستش سے دور رکھے گا، رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضۡلَلۡنَ کَثِیۡراً مِّنَ النَّاسِ فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ وَ مَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (۱۴:۳۶)۔ ترجمہ: اے میرے پالنے والے اس میں شک نہیں کہ ان بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ بنا چھوڑا تو جو شخص میری پیروی کرے تو وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی (تو تجھے اختیار ہے) تُو تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ائمّہ اور مسلمان امّت جن کے درمیان آنحضرتؐ مبعوث ہوئے ہیں ابراھیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد کے سوا اور کسی سے نہیں ہوسکتے، یہ وہ لوگ ہیں جو حرم کے مکین ہیں اور انھوں نے خدا کے سوا ہرگز کسی کی پرستش نہیں کی ہے، اسلئے کہ ابراھیمؑ فرماتا ہے: وَاجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ (۱۴:۳۵)۔ ترجمہ: اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچالے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔

اور جائے سکونت اور مقام بود و باش کی دلیل ابراھیمؑ کا یہ قول ہے رَبَّنَآ اِنِّیۡ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھۡوِیۡۤ اِلَیۡھِمۡ وَارۡزُقۡھُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ (۱۴:۳۷)۔ ترجمہ: اے میرے پروردگار بیشک

میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک ایسی وادی میں آباد کیا ہے جہاں کھیتی نہیں ہوتی تاکہ اے ہمارے پروردگار! وہ نماز قائم کرتے رہیں۔ پس کچھ لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں میں سے رزق عطا کر، تاکہ وہ شکر کرتے رہیں۔ اور یہاں آپؑ نے نہیں فرمایا کہ بتوں کی عبادت کریں گے۔

پس یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ائمہ اور امتِ مسلمہ جس کے لئے ابراھیمؑ نے دعا کی ہے ان کی ذریّت سے ہیں اور وہ ایسے ہیں جنہوں نے کبھی بھی غیر اللہ کی پرستش نہیں کی ہے، اس کے بعد فرمایا: پس لوگوں کے دلوں کو اسطرح متوجہ کر کہ وہ ان کی طرف راغب ہو جائیں، پس ابراھیم علیہ السّلام کی دعا ان ائمہ اور اس امّت کے لئے مخصوص ہے جو اس کی ذرّیت سے ہیں، اس کے بعد ان کے شیعہ کے حق میں بھی اسی طرح سے دعا کی جس طرح ان کے حق میں دعا کی تھی۔ پس ابراھیم اور اسماعیل علیہما السّلام کے اصحابِ دعوت رسولِ خداؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور دوسرے ائمہ صلواتُ اللہ علیہم ہیں اور ابراھیمؑ اور اسماعیلؑ کی نسل سے جو بھی ان کا دوستدار ہوگا وہ بھی ان دونوں کے اہلِ دعوت میں سے ہوگا، اسلئے کہ اسماعیلؑ کی اولاد میں رسولِ خداؐ علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کے علاوہ تمام لوگ بت پرست بن گئے اور دعوتِ ابراھیم ان ہی کے لئے تھی۔

اور نبیؐ سے یہ حدیث بھی منقول ہے، آپؐ نے فرمایا کہ: میں اپنے باپ ابراھیمؑ کی دعوت ہوں، اور جو شخص اس امّت کی پیروی کرتا ہے جس کا وصف اللہ عزَّ وجلَّ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے تو وہ اس دوستی کی وجہ سے اس سے ہے، اور جس نے اس کی مخالفت کی یعنی اپنے اوپر اس کی فضیلت کا قائل نہیں ہوا تو وہ اس

امّت سے ہے جس کی طرف محمدؐ مبعوث ہوئے ہیں اور امّت نے ان کی دعوت قبول نہیں کی ہے، اللہ تبارک وتعالےٰ اس امّت کے بارے میں جس کے لئے ابراھیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعوت ضروری تھی اپنی کتاب میں ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے: وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۳:۱۰۴)۔ ترجمہ: اور تم میں سے ایک گروہ (ایسے لوگوں کا بھی) تو ہونا چاہیئے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور ایسے ہی لوگ (آخرت میں) اپنی دلی مراد پائیں گے۔

اور اس آیت میں ارتکابِ معاصی کے نتیجے میں اہلِ قبلہ کی تکفیر کا ذکر ہے، اس لئے کہ جو خیر کی طرف دعوت نہیں کرتا ہے، نیک کاموں کے لئے حکم نہیں دیتا اور بُرے کاموں سے روکتا نہیں وہ اس امّت سے نہیں ہے جس کی وصف اللہ تعالےٰ نے بیان کی ہے، اس لئے کہ ان کا یہ گمان ہے کہ تمام مسلمان محمدؐ کی امّت ہیں، اور بلا شبہ تم دیکھتے ہو کہ یہ آیت محمدؐ کی امّت کی صفت یہ بیان کرتی ہے کہ وہ نیکی کی طرف دعوت کرتی ہے، نیک کاموں کے لئے حکم دیتی ہے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے، پس ہر وہ شخص جس میں وہ صفت موجود نہ ہو جس سے اللہ عزّ وجلّ نے امّت کو موصوف کیا ہے کس طرح امّت سے ہو سکتا ہے، جبکہ وہ اس شرط اور صفت کے برعکس [عمل کرتا] ہے جو اللہ عزّ وجلّ نے امّت کے لئے بیان کیا ہے۔

اس امّت کے بارے میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری ہے: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا [یعنی عدلاً] لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲:۱۴۳)۔ ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمھیں

اعتدال والا گروہ بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہے۔ اور اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ اس آیت میں امّت سے خداوند تعالےٰ نے تمام اہلِ قبلہ یعنی موحّدین کو مراد لیا ہے تو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس شخص کی گواہی دنیا میں ایک پیالہ بھر کھجور کے بارے میں درست نہ ہو، اس کی گواہی خداوند تعالےٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے بارے میں کیسے قبول کرتا ہے، اور اسے گزشتہ امّتوں پر بھی کس طرح گواہ بناتا ہے، ہرگز نہیں، اللہ تعالےٰ کا معاملہ اپنی مخلوق کے ساتھ ایسا نہیں ہے، اور ایک دوسرے مقام پر اس امّت کے بارے میں جو دعوتِ ابراھیمؑ کا ثمرہ ہے یوں ارشاد ہے: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (۳:۱۱۰)۔ ترجمہ: تم کیا اچھے گروہ ہو کہ لوگوں (کی ہدایت) کے واسطے پیدا کیے گئے ہو۔

پس اگر اللہ تعالےٰ کا مقصد تمام مسلمان ہوتے کہ وہ بہترین امت ہیں جو لوگوں [کی ہدایت] کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو لوگ ان کو پہچان بھی نہ لیتے کہ وہ کون لوگ ہیں جو تمام مسلمانوں کی شکل میں [ان کی ہدایت کیلئے] پیدا کئے گئے ہیں، ہرگز نہیں، اللہ تعالےٰ کا مقصد جیسا کہ تمہارا گمان ہے مخلوق میں سے وہ تمام لوگ نہیں ہیں جو مکوڑوں کی طرح ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا مقصد ایک ایسی امّت [یعنی اہلِ بیت] ہے جس میں محمدؐ مبعوث ہوئے ہیں۔

سائل نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ [امّت کے اس مفہوم میں] آپؐ کے ساتھ علیؑ کے سوا اور کوئی شامل نہیں؟ ابو عبداللہ علیہ السّلام نے فرمایا: بلاشبہ علیؑ کے ساتھ فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ بھی ہیں، اور وہ وہی لوگ ہیں ''جن سے اللہ نے ہر قسم کی نجاست دور کی ہے اور ان کو پاک کیا ہے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے'' (۳۳:۳۳) اور یہی اہلِ کسا ہیں جن کی طہارت کی گواہی قرآنِ حکیم نے دی ہے،

اور رسول اللہؐ تنہا ایک امت تھے اسلئے کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتاً لِّلّٰهِ حَنِيۡفاً (۱۶:۱۲۰)۔ ترجمہ: اس میں شک ہی نہیں کہ ابراہیمؑ (لوگوں کے) پیشوا، خدا کے فرمانبردار بندے اور باطل سے کترا کے چلنے والے تھے۔

پس ابراہیمؑ تنہا ایک امت تھے، پھر بڑھاپے کے بعد اللہ نے انھیں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ عطا کیا اور ان کی ذریّت میں کتاب اور نبوّت کو جاری کیا، اور اسی طرح رسول اللہؐ تنہا ایک امت تھے، اس کے بعد آپ کو علیؑ اور فاطمہؑ عطا کیا، پھر حسنؑ اور حسینؑ کے ذریعے آپ کو کثرت بخشی جیسا کہ اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے ذریعے ابراہیمؑ کو کثرت بخشی تھی، اور امامت کو جو نبوت کی جانشینی ہے آپؐ کی ذرِیّت میں حسینؑ بن علیؑ کی اولاد میں اسی طرح جاری کیا جس طرح نبوّت کو اسحاقؑ کی اولاد میں جاری کیا تھا اور اسماعیلؑ کی ذرِیّت میں اسے اختتام تک پہنچایا تھا۔ اسی طرح امامت سابق ہونے کے اعتبار سے حسنؑ بن علیؑ میں تھی، اس بارے میں اللہ عزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ (۵۶:۱۰-۱۱)۔ ترجمہ: اور جو آگے بڑھ جانے والے ہیں وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں وہی (اللہ تعالیٰ کے) مقرب ہوں گے۔

پس حسنؑ حسینؑ سے پہلے تھے، پھر اللہ عزَّ وَجَلَّ نے امامت کو حسینؑ کی اولاد کی جانب منتقل کیا جیسا کہ نبوّت کو اسحاق کی اولاد سے اسماعیل کی اولاد کی جانب منتقل کیا تھا اور امت کا اس بات پر اجماع ہے اس شہادت کے ذریعے جو وہ ان کے لئے دیتے ہیں اور یہی شہادت ان میں جاری ہے اور ان کے علاوہ کسی کے بارے میں بھی ایسی شہادت نہیں دیتے ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ: اس بات کی کیا دلیل ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ

نے امامت کو حسنؑ کی اولاد سے حسینؑ کی اولاد کی جانب منتقل کیا ہے: تو ہمارا جواب یہ ہے کہ [امامت کو حسنؑ کی اولاد سے حسینؑ کی اولاد کی جانب] خود قرآن نے منتقل کیا ہے، اگر اس نے یہ کہا: اس کی کیفیت کیا ہے، جبکہ امامت صرف تقدم اور مہلک گناہوں سے جو دوزخ کا سبب بنتے ہیں پاکیت اور برتر علم کی بنیاد پر ہوتی ہے، تو اسے بتایا جائیگا امامت کا تعلق ان تمام باتوں کے علم سے ہے جن کی امت کے لئے ضرورت ہے، مثلاً حلال وحرام اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کا خاص علم اور عام علم، اس کا ظاہر، اس کا باطن، اس کا محکم اور اس کا متشابہ، اس کا ناسخ اور اس کا منسوخ، اس کے علم کے دقائق اور اس کی تاویل کے غرائب۔ سائل نے کہا: اس بات کی کیا دلیل ہے کہ امامؑ صرف وہی ہوسکتا ہے جو ان تمام باتوں کا عالم ہو جن کا ذکر آپ نے فرمایا؟ امامؑ نے فرمایا: ان لوگوں کے بارے میں جن کو اذن اور حکومت کی اہلیت دی گئی خدائے عَزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ (۵:۴۴)۔ ترجمہ: بیشک ہم نے توریت نازل کی جس میں (لوگوں کی) ہدایت اور نُور ہے اسی کے مطابق خدا کے فرمانبردار انبیاء یہودیوں کو حکم دیتے رہے اور اللہ والے اور علماء (یہود) بھی کتاب خدا سے (حکم دیتے تھے)۔

پس ربانیون ائمہؑ ہی ہیں جو انبیاء کے نیچے ہیں، جو اپنے علم سے لوگوں کی [علمی] پرورش کرتے ہیں، اور احبار سے دعاۃ مراد ہیں جو ائمہؑ کے نیچے ہیں، اس کے بعد خدائے عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (۵:۴۴)۔ ترجمہ: کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت کرنے والے بنائے گئے تھے۔

اور (اللہ نے) نہیں فرمایا کہ وہ نہیں جانتے تھے، پھر ارشاد فرمایا: هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۹:۳۹)۔ ترجمہ: (اے رسول) کہدو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے لوگ برابر ہوسکتے ہیں؟ (مگر) نصیحت صرف عقلمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

نیز فرمایا: بَلْ هُوَ ايٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِىْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۴۹:۲۹)۔ ترجمہ: بلکہ وہ (قرآن) ان لوگوں کے سینوں میں واضح آیتیں ہیں جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔

مزید فرمایا: وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (۴۳:۲۹)۔ ترجمہ: اور ان (امثال) کو بس علماء ہی سمجھتے ہیں۔

پھر فرمایا: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۲۸:۳۵)۔ ترجمہ: اس کے بندوں میں خدا کا خوف کرنے والے تو بس علماء ہیں۔

نیز فرمایا: اَفَمَنْ يَّهْدِىْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّىْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (۳۵:۱۰)۔ ترجمہ: تو جو شخص حق کی راہ دکھاتا ہے کیا وہ زیادہ حقدار ہے کہ اسکے حکم کی پیروی کیجائے یا وہ شخص جو (دوسرے کی ہدایت تو درکنار) خود جب تک دوسرا اس کو راہ نہ دکھائے دیکھ نہیں پاتا، تو تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو۔

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ائمہ صرف علماء ہوتے ہیں تاکہ دوسرے لوگ ان کے محتاج ہوں، اور وہ [ائمہ] حلال وحرام سے متعلق کسی بھی چیز میں کسی کے محتاج نہیں ہوتے ہیں۔

سائل نے کہا: مجھے بتا دیجئے کہ امامت کس طرح حسنؑ کی اولاد سے نکل کر

حسینؑ کی اولاد میں جاری ہوئی، اس کی کیفیت کیا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً (۳۳:۳۳)۔ ترجمہ: اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) بُرائی سے دُور رکھے اور جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک وپاکیزہ رکھے۔

یہ آیت پانچ افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اس میں اس بات کی گواہی ہے کہ وہ افراد شرک، بتوں کی پرستش اور خدا کے سوا کسی بھی چیز کی پرستش سے پاک ہیں، اس آیت کی بنیاد ابراہیمؑ کی دعا ہے جس میں فرمایا گیا ہے: وَاجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (۱۴:۳۵)۔ ترجمہ: اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچالے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں۔

اور وہ پانچ افراد جن کے بارے میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے رسول اللہؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں، اور دعائے ابراہیم میں یہی افراد مقصود ہیں۔ اس آیت میں ان کا سردار رسول اللہؐ تھے، اور فاطمہ صَلَوٰاتُ اللہ علیہا ایک ایسی خاتون ہیں جو ان کے ساتھ تطہیر میں شریک تھیں، البتہ امامت میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ہے اور آپ ائمہ کی ماں ہیں، صَلَوٰاتُ اللہ علیہم۔ پس جب آنحضورؐ کی رحلت ہوئی تو علی ابن ابیطالبؑ رسول خداؐ کے بعد امامت کے لئے سب سے اہلِ شخص تھے جیسا کہ اللہ عزَّ وَجلَّ کا ارشاد ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ (۵۶:۱۰-۱۱)۔ ترجمہ: اور آگے بڑھنے والے ہی سب سے آگے ہوں گے، وہی (اللہ تعالیٰ کے) مقرب ہوں گے۔ اور رسول اللہ کا حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں ارشاد ہے: حسنؑ اور حسینؑ دونوں جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور ان کا والد

ان سے [بھی] بہتر ہیں، نیز آپؐ نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ دو امام برحق ہیں خواہ وہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں اور ان کا والد ان سے [بھی] بہتر ہیں، پس علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے مقابلے میں امامت کے زیادہ اہلِ تھے اس لئے کہ آپ سابق تھے، جب آپ نے رحلت فرمائی تو اصولِ سبقت کی بنیاد پر حسنؑ حسینؑ پر امامت میں سابق تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ، پس حسنؑ حسینؑ پر سابق اور امامت کے زیادہ اہل تھے، جب حسنؑ کی وفات کا وقت آپہنچا تو ان کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ امامت اپنی اولاد کی طرف منتقل کریں اسلئے کہ ان کے بھائی تطہیر میں ان کی مانند تھے، اور اس تطہیر کی وجہ سے اور اصولِ سبقت کی وجہ سے ان کو حسنؑ کی اولاد پر فضیلت حاصل تھی، پس امامت ان کی جانب منتقل ہوئی، اور حسینؑ کی وفات کا وقت آپہنچا تو ان کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ امامت کو اپنی اولاد کی بجائے واپس اپنے بھائی کی اولاد کی طرف منتقل کریں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (۸:۷۵)۔

ترجمہ: اور خدا کی کتاب میں بعض رشتہ دار بعض سے زیادہ حقدار ہیں۔

پس آپ کی اپنی اولاد صلۂ رحمی کے اعتبار سے بھائی کی اولاد کی بہ نسبت قریب تر تھی اور امامت کے لئے زیادہ اہل تھی۔ پس اس آیت نے حسن کی اولاد کو امامت سے الگ کیا اور امامت کو حسینؑ کی اولاد کے لئے مقرر کیا، چنانچہ وہ قیامت کے دن تک اولادِ حسینؑ میں جاری ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اس بات کا بیان کہ آلِ محمّد صلّی اللہ علیہ و علیہم اجمعین میں ہونے والے ائمّہ توقیفی [خدا اور رسولؐ کی طرف سے مقرر کردہ] ہیں

یہ ایک ایسا باب ہے کہ اگر ہم تمام دلائل اس میں جمع کریں اور اس کے مخالفین پر احتجاج کریں تو یہ اس کتاب کی گنجائش سے باہر ہوگا اور امامت کے بارے میں ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہوگی، اور [امام] منصور باللہ نے جن پر خدا کی طرف سے صلوات، رحمت اور برکات ہوں اور خدا ان سے راضی ہو اور اللہ ان کے چہرے کو روشن کرے اس موضوع پر ایک جامع کتاب لکھی ہے جس میں آپ نے اس کے تمام معانی بیان کیے ہیں اور اسے دلائل و براھین سے لبریز کیا ہے، مگر ہم نے اس کتاب کے آغاز میں یہ شرط رکھی ہے کہ ہر عنوان کے بارے میں چند جملے بیان کریں گے اسلیئے اس موضوع کے بارے میں بھی ہم چند جملوں پر اکتفا کرنے پر مجبور ہیں۔

تثبیتِ امامت کے بارے میں قائلین کے درمیان اختلاف ہے، عامہ کا یہ گمان ہے کہ لوگ اپنے لئے کسی کو امام بنا سکتے ہیں، اسے اختیار دے سکتے ہیں اور اسے اپنا ولی بھی بنا سکتے ہیں، مثلاً انھوں نے یہ گمان کیا ہے کہ رسول اللہؐ کے صحابیوں

نے آپؐ کے بعد اس شخص کو منتخب کیا ہے جو ان کی نظر میں مقدّم تھا، مگر اس بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے کہ جس کو وہ منتخب کرتے ہیں وہ کن اوصاف سے متصف ہو اور اس کے مقدّم ہونے اور مستحق ہونے کا سبب کیا ہے، وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے کسی کا نام لے کر اسے ان پر مقدّم کیا تھا جو آپؐ کے بعد منصبِ امامت پر فائز ہو، ان میں سے ایک گروہ نے کہا: [آپؐ نے] اشارہ تو کیا تھا مگر اس کا نام نہیں لیا تھا اور کہتے ہیں کہ وہی ابو بکرؓ ہیں جن کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کیا تھا جو زکات سے قریب تر ہے، پس اس شخص کو زکات دینا واجب ہوا جسے نماز کے لئے مقدّم بنایا گیا تھا، اور یہ جمہورِ عامہ کا قول ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو ولی [یعنی حاکم] ہو خواہ وہ کوئی حبشی بھی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہیئے خواہ وہ گناہوں کا ارتکاب بھی کیوں نہ کرے۔

اور [فرقہ] مرجیّہ کا یہ کہنا ہے کہ یہ لوگوں کی ذمّہ داری ہے کہ ان کی نظر میں جس شخص کے پاس علم و فضل ہو اسے اپنے اوپر امام بنائیں اور اس کے بارے میں اپنی رائے کا بھی اظہار کریں، اور یہ اس شخص کی ذمّہ داری ہے کہ ان کے درمیان کتاب و سنّت کے مطابق حکم کرے۔ اور جو چیز کتاب و سنّت میں نہ ملے اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔ نیز یہ بھی کہا ہے کہ جب تک وہ خدا کی اطاعت کرتا رہے اس کی اطاعت کرنا لوگوں پر واجب ہے اور جب اس نے خدا کی نافرمانی کی تو لوگ اس کی اطاعت کے پابند نہیں ہیں، چنانچہ اس کے خلاف بغاوت کرنا، اسے معزول کرنا اور اس کی جگہ کسی دوسرے کو مقرر کرنا واجب ہوتا ہے۔

معتزلہ کا یہ کہنا ہے کہ رسولِ خدا نے کسی شخص کو معیّن کر کے مقرر نہیں فرمایا

ہے، اور نہ کسی کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا ہے، بلکہ یہ حکم لوگوں کو دیا تھا کہ آپؐ کے بعد کسی شخص کو چُن لیں اور اختیار اس کے حوالے کریں اور اسے اپنا ولی بنا لیں، چنانچہ لوگوں نے ابو بکرؓ کو چن لیا۔

خوارج کا یہ کہنا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس بارے میں کوئی حکم دیا تھا یا کوئی حکم نہیں دیا تھا، یا کوئی اشارہ کیا تھا یا نہیں کیا تھا، مگر یہ امر لازم ہے کہ کوئی امام موجود ہو جو حدود و احکام قائم و نافذ کرے۔ چنانچہ ہم خود اپنے اوپر کسی کو امام منتخب کرتے ہیں۔

اب ہم خدا کی توفیق اور مدد سے اس آدمی کو بتا دیں گے جس کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہؐ نے کسی شخص کو آگے نہیں کیا ہے، یعنی ان تمام لوگوں کو جن کے نظریات پیش کیئے گئے بتا دیں گے کہ: ہمارے، آپ کے اور تمام مسلمانوں کے اجماع کی بنیاد پر تمہارا یہ قول ماننا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی چیز کی نفی کرتا ہے وہ اس چیز کے بارے میں گواہ نہیں بن سکتا، گواہ تو صرف وہی بن سکتا ہے جو کسی چیز [یا واقعہ] کے ہونے کی شہادت دیتا ہے اور اسے ثابت کرتا ہے، تم لوگ اس بات کی نفی کرتے ہو کہ رسولِ خدا نے اپنے بعد اپنی امت پر کسی کو جانشین بنایا تھا، یا اپنے بعد اپنی امت کے لئے کسی کو امام بنایا تھا، پس تم کسی چیز کے گواہ ہی نہیں ہو، بلکہ تم صرف اس چیز کی نفی کرتے ہو جو تمہارے لئے قابلِ قبول نہیں، اور جو اس [واقعہ] کے ہونے کی شہادت دیتا ہے وہ زیادہ قابلِ قبول ہے، یہی زیادہ واجب ہے کہ وہی شخص تم میں سے گواہ ہو، اسلئے کہ تم اور تمام امت کا ایسے دو افراد کے بارے میں پورا اتفاق ہے کہ اگر ان میں سے ایک یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے یا ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور

دوسرا اس کے برعکس یہ کہے کہ میں نے فلان شخص کو نہ تو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے اور نہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تو ان دونوں میں سے جس نے سنا یا دیکھا ہے اس شخص کی شہادت قبول کی جائے گی، اور جس نے یہ کہا کہ میں نے نہ تو سنا ہے اور نہ دیکھا ہے وہ کسی صورت میں گواہ بننے کے قابل نہیں ہے اور اس کا صرف انکار کرنا اس شخص کی بات کو غلط قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نے سنا اور دیکھا ہے۔ اور ہم نے یہ بات بیان کی ہے کہ غدیرِ خم کے دن رسول اللہ کس طرح اُٹھ کھڑے ہوئے اور علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا اعلان کیا، اور ہمارے ساتھ تم خود بھی یہ روایت بیان کرتے ہو، اور یہ وجوبِ امامت پر سب سے تاکیدی بیعت تھی، اور دوسری وہ تمام باتیں اس کے علاوہ ہیں جن کا ذکر ہم نے کیا، اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا ذکر ہم نے مختصراً کیا، اور جو کچھ بیان ہوا اس پر اکتفا کیا، اور اگر امامت، جیسا کہ تمہارا گمان ہے لوگوں کے اختیار سے منعقد ہوتی تو رسول اللہؐ تمام لوگوں کو جمع کرتے اور انہیں حکم دیتے کہ وہ اپنے لئے کسی کو امام بنائیں، اور لوگوں کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سب آپس میں سے کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہوں گے، باوجود اس تمام اختلاف کے جو ان کی آراء، مذاہب اور خواہشات میں موجود ہے، اور حسد و بغض کے جو ان میں سے اکثر کے اندر ایک دوسرے کے بارے میں موجود ہے، اور اگر یہ انتخاب صرف اس وقت ممکن ہوسکتا ہے جب سب لوگ ایک ہی شخص پر متفق ہوں، تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا، خود ابو بکرؓ کے بارے میں بھی وہ تمام لوگ متفق نہیں تھے جو مدینہ میں موجود تھے، انصار نے وہی کہا جو ان کو کہنا تھا [یعنی ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے] اور رسول اللہؐ کے اصحاب میں سے بھی بزرگوں کی ایک جماعت نے بیعت کرنے سے انکار کیا، اور جو صورتحال

ہوئی وہ معلوم ہے، چہ جائیکہ وہ تمام لوگ متفق ہوں جو مدینہ میں نہیں تھے اور دوسرے ممالک اور سرزمینوں میں تھے، اور اگر تمہارا یہ کہنا ہے کہ اس معاملے میں رائے اور فیصلے کا حق صرف ایک گروہ کو حاصل ہے دوسرے کو نہیں، تو ہمارے لئے وضاحت کیجئے کہ ان میں سے کس گروہ کو رائے اور فیصلے کا حق حاصل ہے اور کس کو نہیں ہے، اور اس پر کتاب، سنّت اور اجماع سے کوئی دلیل پیش کرو، حالانکہ ان کو اس پر کوئی دلیل نہیں ملے گی، نیز اگر امام لوگ ہی منتخب کریں گے تو امام پر ان کا حکم لاگو ہوگا اور اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوگا جب تک لوگ اسے اختیار نہ دیں، پھر تو اس ظاہری معنی کے لحاظ لوگ خود امام بن گئے اور وہ ان کے کارندوں میں سے ایک کارندہ بن گیا، اور وہ اسے برطرف بھی کرسکتے ہیں جیسا کہ مرجیہ نے کہا ہے، اور اس بات کا باطل ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس پر کوئی دلیل پیش کرنے کی بھی حاجت نہیں۔

جہاں تک ان کے اس قول کا تعلق ہے کہ لوگ ایسے کام بھی کرتے ہیں جن کے لئے نہ پیغمبرِ خدا نے کوئی حکم دیا ہے اور نہ آپؑ نے خود کیا ہے، تو یہ ان کی طرف سے بدعت کا اقرار ہے، حالانکہ وہ خود اس بات کے قائل ہیں کہ امامت دینِ خدا کا ایک حصّہ ہے، اور خدائے عزَّ وَجلَّ نے اپنی کتاب میں یہ بات بتائی ہے کہ اس نے اپنے دین کو مکمل کیا ہے، اور ہم نے پہلے ہی بتا دیا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسولِ خدا نے علیؑ کی امامت کا اعلان کیا، پس اب وہ کس طرح اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدائے عزَّ وَجلَّ نے اپنا دین مکمل کیا ہے مگر امرِ امامت کے بارے میں جو خود ان کے اقرار کے مطابق دین کا ایک حصّہ ہے کچھ بھی بیان نہیں فرمایا؟ یا کیا خدائے عزَّ وَجلَّ نے ان سے یہ کہا ہے کہ اس نے خود

دین کو مکمل نہیں کیا ہے، اب یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ دین کو مکمل کریں، یا کیا رسول اللہؐ عاجز تھے اور خدائے عزَّ وَجلَّ نے جو کچھ اعلان کرنا ان پر واجب کیا تھا اس کے اعلان سے آپؐ قاصر رہے، اور اب وہ [لوگ] اسے بیان کرتے ہیں؟ پس یہ بدترین غلط نسبت ہے جو انہوں نے دی ہے، اور خدائے عزَّ وَجلَّ اور اس کے رسولؐ کے خلاف بہت بڑی جسارت ہے جس کے وہ مرتکب ہوئے ہیں۔

نیز ہم بتا دیں گے کہ جہاں تک اس شخص کے گمان کا سوال ہے کہ رسولِ خدا نے ابوبکرؓ کی جانب اشارہ کیا تھا اور اس اشارہ کے ذریعے انھیں مقدّم بنایا تھا [تو ہم بتا دیں گے کہ] تم خود اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ امامت دینِ خدائے عزَّ وَجلَّ کا ایک حصّہ ہے، تو کیا یہ بات تمہارے نزدیک صحیح ہے کہ خدائے عزَّ وَجلَّ کے دین سے کوئی چیز بدل جائے یا اس میں تغیّر پیدا ہو؟ تو خود ان کے بقول اس کا جواب نفی میں ہے، پھر ان سے کہا جائیگا کہ اگر تمہارے قول کی رو سے امام کو اشارہ کے ذریعے مقرر کرنا واجب ہے اور نبیؐ نے ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کیا تھا، تو ابوبکرؓ نے عمرؓ کو اور عمرؓ نے عثمانؓ کو کس طرح مقرر کیا؟ پس یہ بھی خود ان کا قول ہے کہ ابوبکرؓ نے عمرؓ پر نص کیا اور عمر نے یہ کام چھ نفریٔ شوریٰ کے سپرد کیا، اور صہیب کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کیا، اور یہ دینِ خدا میں رسول اللہ کے عمل کے خلاف ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے آپؐ کی پیروی کا حکم دیا ہے اور آپؐ کی مخالفت کی ممانعت کی ہے: وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۵۹:۷)۔ ترجمہ: اور جو تم کو رسولؐ دے دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

نیز عمرؓ کا فعل ابوبکرؓ کے فعل کے برعکس ہے، پس ان کے اپنے اقرار کے

مطابق ان دونوں نے دینِ خدا کو تبدیل کیا اور اس کے حکم کو بدل دیا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی، اور ان کے اپنے قول کے مطابق عثمانؓ کے مقابلے میں صہیب امامت کا زیادہ مستحق ہوا، اسلیئے کہ عمرؓ نے نماز پڑھانے کے لئے ان کا انتخاب کیا تھا، جبکہ خود ان [عامہ] کا یہ گمان ہے کہ رسول اللہ نے نماز کے لئے ابو بکرؓ کو آگے کیا تھا اور اس وجہ سے وہ ان کی نظر میں امامت کے حقدار بن گئے، جبکہ صہیب ایسا نہیں ہوا، مگر ہم اس شخص سے جو نماز کے لئے اشارہ کا مدعی ہے کہدیں گے کہ: بہتر یہ ہے کہ تم دلیل ہی پیش نہ کرو اسلیئے کہ تمہارا یہ گمان ہے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، اور اس بارے میں تمہارے پاس روایات بھی ہیں اور ان کے ذریعے اپنے مخالفین کے ساتھ بحث بھی کرتے ہو، اور تم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ رسول اللہؐ نے غزوہ ذات السلاسل میں عمرو بن العاص کو سردار بنایا اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اس کے ہمراہ تھے، اور صلوٰۃ وغیرہ میں عمرو بن العاص ان دونوں کا امام تھا اور وہ دونوں اس کے زیرِ فرمان تھے، اور تم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ آپؐ نے علیؑ پر کسی کو بھی سردار نہیں بنایا، ہرگز نہیں، اور نہ آپؑ کو کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا، نیز جس نماز کے بارے میں تمہارا دعویٰ ہے کہ [اسے پڑھانے کے لئے] رسول اللہ نے ابو بکرؓ کو حکم دیا تھا اس میں بھی علیؑ موجود نہیں تھے بلکہ آپؑ تمہارے قول کے مطابق رسول اللہ کے پاس موجود تھے اور آپؐ ہی کے ساتھ نماز پڑھی، پس آپؑ خود تمہارے قول کے مطابق اس کے مقابلے میں جس کو تم نے آگے کیا ہے فضیلت کا زیادہ حقدار ہیں، اور اسی طرح تم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ رسول اللہ نے ابو بکرؓ اور عمرؓ پر اسامہ بن زید کو امیر بنایا اور رسول اللہؐ نے اس حالت میں رحلت فرمائی جبکہ وہ دونوں اسامہ بن زید کے ماتحت تھے اور اسامہ ان کا امیر اور نماز میں

ان کا امام تھا، اور سب سے آخری چیز جس کی آپؐ نے وصیت کی وہ یہ تھی کہ: جیشِ اسامہ [یعنی اسامہ کے لشکر] کا ساتھ دو، خدا کی لعنت اس شخص پر ہو جس نے اس کی مخالفت کی۔ اور اسامہ اس دن روانہ ہوا اور یہ دونوں ان لوگوں میں شامل تھے جو پیچھے ہٹے، چنانچہ خود تمہارے قول کے مطابق ان دونوں کے مقابلے میں اسامہ اور عمرو بن العاص امامت کے زیادہ مستحق ہیں اسلئے کہ یہ دونوں نماز میں ان پر مقدم ہو گئے، اور تم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہو کہ جب عمرؓ نے خلافت کا معاملہ چھ نفری شوریٰ کے حوالہ کیا تو نماز کے لئے صہیب کا انتخاب کیا، مگر وہ اس حقیقت کے باوجود تمہارے نزدیک امامت کا مستحق نہیں بنا، ساتھ ہی ابو بکرؓ کے جس نماز کے پڑھانے کا تم دعویٰ کرتے ہو وہ بھی تمہاری ان خبروں اور روایتوں کے اختلاف و اضطراب کی وجہ سے جن کو عائشہؓ بنتِ ابو بکرؓ کی طرف منسوب کر کے پیش کرتے ہو ثابت نہیں ہے، اور یہ بھی تمہارا قول ہے کہ جس شخص سے کسی ایک حدیث میں بھی اختلاف واقع ہو جائے تو گویا اس سے کوئی حدیث ہی نقل نہیں ہوئی، اور تم فاطمہ صلواتُ اللہ علیہا کے بارے میں علیؑ کی گواہی کا انکار کرتے ہو، پھر عائشہؓ کی گواہی ان کے والد کے بارے میں کس طرح قبول کرتے ہو، بشرطیکہ کوئی ایسی بات ان کے بارے میں ثابت ہو؟ اور ثابت بھی کس طرح ہو گی جبکہ یہ حدیث صرف حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ [پھر یہ بھی روایت ہے کہ] جب رسول اللہؐ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ باہر آئے، ابو بکرؓ کو پیچھے کیا اور خود نماز پڑھائی۔

جہاں تک فرقۂ مرجیہ کے اس نظریے کا تعلق ہے کہ امام کا انتخاب لوگ کرتے ہیں جب وہ منحرف ہوتا ہے تو اسے معزول کیا جاتا ہے، پس یہ بات، جیسا

کہ ہم نے وضاحت کی، گویا ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ خود امام ہیں، اس لئے کہ اگر ان کا امام کو خود منتخب کرنا ممکن ہے تو وہ خود اسے معزول بھی کر سکتے ہیں، اور یہ اس شخص کا عقیدہ ہے جس کا کوئی اعتبار ہی نہیں ہے اور ہم نے اس سے قبل اس عقیدے کی خرابی بیان کی ہے۔

جہاں تک معتزلہ کے عقیدے کا سوال ہے کہ رسول اللہؐ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ خود [امام کا] انتخاب کریں، یہ عقیدہ سُنت کے خلاف ہے، اور ہم نے پہلے ہی بیان کیا ہے کہ آنحضورؐ نے غدیرِ خم میں علی علیہ السّلام کے بارے میں کونسا عمل انجام دیا تھا، اور اس شخص کے عقیدے کی دشواری بھی بیان کی جس کا یہ گمان ہے کہ امام کا انتخاب لوگوں کی ذمّہ داری ہے، اللہ عزّ وجلّ اور اس کا رسولؐ کسی ایسے کام کا ہرگز حکم نہیں دیتے ہیں جس کا ہونا یا انجام پانا ناممکن ہو، اور اللہ تعالےٰ اس شخص کی اطاعت واجب نہیں کرتا جس کا انتخاب اس شخص کے ہاتھ میں ہو جس پر اس کی اطاعت واجب ہے، اور اسے برطرف کرنا بھی اس کے اختیار میں ہو اور اس پر وہ تنقید وتبصرہ بھی کر سکے۔ اور اگر لوگوں کے لئے امام کا انتخاب جائز ہے تو پیغمبرؐ کو منتخب کرنا بھی ان کیلئے جائز ہوگا، اسلئے کہ خدائے عزّ وجلّ نے ائمہؑ کی اطاعت کو انبیاء کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے، اور جس طرح انبیاء اپنی امتوں کے حاکم تھے ان کے بعد ائمہؑ کو اپنی اپنی امتوں کے حاکم قرار دیا ہے۔

جہاں تک خوارج کے اس قول کا تعلق ہے کہ ان کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہؐ نے اس بارے میں کیا کہا ہے، تو ان کا نہ جاننا اس شخص کے خلاف دلیل نہیں بن سکتا جو جانتا ہے، بلکہ جو نہیں جانتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ جاننے والے سے معلوم کرے، اور اگر وہ ہم سے پوچھ لیں کہ امامت کا انعقاد کس طرح ہوتا ہے؟ تو

ہم بتادیں گے کہ: یہ اس طرح ہوتا ہے کہ نہ تم اور نہ کوئی اور اس کی تردید کرسکتا ہے۔ اس کا انعقاد نص و توقیف [یعنی تعیّن] کے ذریعے ہوتا ہے جس کے خلاف مخالف کی کوئی دلیل نہیں چل سکتی، اور نہ اس کے ساتھ مخالف کے لئے کوئی وجہ [عذر] باقی رہ جاتی ہے۔

اور ہم نے قبل ازیں بتادیا کہ رسول اللہؐ نے واضح طور پر لوگوں کو علیؑ کی امامت سے آگاہ کر دیا ہے اور آپؐ ہی کو [اپنا جانشین] مقرر فرمایا ہے، اور علیؑ نے حسنؑ کو مقرر فرمایا ہے، اور حسنؑ نے حسینؑ کو، اور حسینؑ نے علی بن الحسینؑ کو، اور علی بن الحسینؑ نے محمد بن علیؑ کو، اور محمد بن علیؑ نے جعفر بن محمدؑ کو مقرر فرمایا ہے، اور اس طرح بعد کے اماموں نے بھی یکے بعد دیگرے بعد کے امام کو مقرر فرمایا ہے، اور یہ اس [قانونِ نص] کے مطابق ہے جو ہمارے پیشرووں سے ہم تک پہنچا ہے، اور اس کا مشاہدہ ہم نے خود اپنے ائمہؑ سے کیا ہے، اور یہ انتہائی قطعی اور واضح ترین دلائل و براھین میں سے ہے جس کے بارے میں کسی کو کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے اور نہ اس کے خلاف مخالف کی کوئی دلیل چل سکتی ہے۔

یہی بات ہم رسولوں اور دو پیغمبروں کے درمیان ہونے والے ائمہ کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ [انتقالِ اختیار کا] یہ عمل نص و توقیف کے بغیر انجام نہیں پاتا ہے، یہ نبی سے امام پر اور ایک امام سے دوسرے امام پر نص کے ذریعے ہی انجام پاتا ہے، اور پیغمبر اپنے بعد آنے والے پیغمبر کے بارے میں بشارت دیتا ہے جیسا کہ خدائے عزّ وجلّ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے: وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (٦١:٦)۔ ترجمہ: اور ایک پیغمبر جن کا نام احمدؐ ہوگا میرے بعد آئیں گے۔

اور [اس امانت کو] ہر امام دوسرے امام تک پہنچا دیتا ہے، اور اپنے پیروکاروں کو اس سے آگاہ کرتا ہے، حتیٰ کہ دوسرے نبی کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود عامہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ آدم صلی اللہ علیہ نے شیثؑ پر نص کی، اور اس کے بارے میں وصیّت کی، اور شیثؑ نے اپنی اولاد میں اپنے بعد ہونے والے امام پر نص کی، اور اماموں کی نص اسی طرح جاری ہے، یعنی ہر امام نے اپنے بعد ہونے والے امام پر واضح طور پر نص کی، یہاں تک کہ نوحؑ پر یہ سلسلہ انتہا کو پہنچا، اور نوحؑ سے ابراھیمؑ کی جانب اور ابراھیمؑ سے موسیٰؑ کی جانب اور موسیٰؑ سے عیسےٰؑ کی جانب اور عیسےٰؑ سے محمدؐ کی جانب نص کی گئی، آپ پر، آپ کی آل پر اور تمام مرسلین اور ائمۂ صادقین پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے درود ہو۔ اور عامہ خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہر پیشرو پیغمبر نے اپنے وصی کے بارے میں جو اس کے بعد امّت کے معاملات چلانے کا ذمّہ دار ہوتا ہے وصیّت کی ہے، ماسوائے ہمارے پیغمبر محمدؐ کے، آپ کے معاملے میں یہ لوگ انکار کرتے ہیں کہ آپؐ نے کسی کے لئے وصیت کی ہے جبکہ یہ بات واضح ہے کہ ارتفاعِ وحی اور انقطاعِ نبوت کی وجہ سے اب اوصیاء اور ائمہ کے لئے لوگ زیادہ محتاج ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے نبوت کو آنحضورؐ پر اختتام کو پہنچایا ہے اور امرِ امامت آپؐ کے اہلِ بیت سے ہونے والے ائمہ صَلَواتُ اللہِ علیہم اجمعین کے سپرد کیا ہے، اور مخلوق کے معاملات کو قیامت تک اماموں کے حوالے کیا ہے، پس اسی طرح ہم نبوّت اور امامت میں توقیف اور بیان کے قائل ہیں، یہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ عامہ کا گمان ہے کہ انبیاء [کی نبوّت] پر دلیل آیات یعنی معجزات ہیں، نہ نص ہے نہ بشارت اور نہ توقیف۔ اور اگر یہ لوگ قرآن پر غور و فکر کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ قرآن ان لوگوں کی مذمت کی گواہی دیتا ہے جو اپنے انبیاء سے

معجزات طلب کرتے ہیں۔ اللہ عزَّ وَجَلَّ اپنے نبی محمدؐ سے خطاب فرماتا ہے کہ:
يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰىٓ اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (۴:۱۵۳)۔ ترجمہ: (اے رسولؐ) اہلِ کتاب (یہود) جو تم سے (یہ) درخواست کرتے ہیں کہ تم ان پر ایک کتاب آسمان سے اُتروا دو، تو (تم اس کا خیال نہ کرو کیونکہ) یہ لوگ موسیٰؑ سے تو اس سے کہیں (بڑھ) کے درخواست کر چکے ہیں یعنی یہ کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ کھلم کھلا دکھا دے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷:۹۰-۹۳)۔ ترجمہ: اور (اے رسول) کفارِ مکّہ نے تم سے کہا جب تک تم ہمارے واسطے زمین سے چشمہ نہ بہا نکالو گے ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یا (یہ نہیں تو) کھجوروں اور انگوروں کا تمہارا کوئی باغ ہو اسمیں تم بیچ بیچ میں نہریں جاری کر کے دکھلا دو یا جیسا تم گمان رکھتے تھے ہم پر آسمان ہی کو ٹکڑے (ٹکڑے) کر کے گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو (اپنے قول کی تصدیق میں) ہمارے سامنے (گواہی میں) لا کھڑا کر دیا کرو یا تمہارے (رہنے کے) لئے کوئی طلائی محلِ سرا ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک تم ہم پر (خدا کے ہاں سے) کتاب نہ نازل کرو گے ہم اُسے خود پڑھ بھی لیں، اس وقت تک ہم (تمہارے

آسمان پر) چڑھنے کے بھی قائل نہ ہونگے (اے رسولؐ) تم کہدو کہ سبحان اللہ! میں ایک آدمی (خدا کے) رسول کے سوا آخر اور کیا ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: وَقَالُوْا لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ اَوَلَمْ تَاْتِہِمْ بَیِّنَۃُ مَافِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی (۲۰:۱۳۳)۔ ترجمہ: اور (اہلِ مکّہ) کہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کی طرف سے ہمارے پاس کوئی معجزہ (ہماری مرضی کے موافق) کیوں نہیں لاتا کیا جو کچھ پہلے صحیفوں میں ہے ان کے پاس اس کی کھلی دلیل نہیں آ چکی۔

اور ان جیسی آیات قرآن میں بکثرت ہیں، چنانچہ اللہ عزَّ وَجَلَّ نے کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس کی طاعت کو فرض کیا ہے، اور ان کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے اس نبی کی تصدیق نہیں کی اور کوئی معجزہ لانے سے قبل ہی اس کی تکذیب پر مرا تو وہ کافر کی موت مرا، اور اگر صورتحال یوں ہوتی جیسا کہ ان کا گمان ہے، یعنی انبیاء [کی نبوّت] کی دلیل معجزات ہوتے تو اس شخص سے کوئی مواخذہ نہیں ہوتا جو معجزات دیکھنے سے قبل ایمان نہیں لاتا ہے۔ اگر ان کا کہنا یہ ہے کہ: پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ انبیاء آیات لے آتے ہیں؟ تو ان سے کہا جائے گا: اس کے معنی وہی ہیں جو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے فرمایا ہے: وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا (۱۷:۵۹)۔ ترجمہ: اور ہم تو معجزے صرف ڈرانے کی غرض سے بھیجا کرتے ہیں۔

اور بلاشبہ اللہ معجزات صرف لوگوں کو خوف دلانے، اپنے رسولوں کی تائید کرنے، ان کے مخالفوں کے مقابلے میں ان کی دلیلوں کو مؤکدّ بنانے اور ان کو ڈرانے کے لئے بھیجتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ

اِلَّا تَخۡوِیۡفاً (۱۷:۵۹)۔ ترجمہ: اور ہم تو معجزے صرف ڈرانے کی غرض سے بھیجا کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالٰے نے نوحؑ کو اپنی قوم کی طرف بھیجا اور بتایا کہ وہ پچاس کم ایک ہزار برس (یعنی ۹۵۰ سال) تک ان کو دعوت دیتے رہے، اور اس عرصے میں کئی نسلیں کفر پر ہلاک ہوئیں جنہوں نے ان [کی دعوت] کو جھٹلایا، تب اللہ عزّ وجلّ نے اطلاع دی کہ نوحؑ کی آیت [یعنی معجزہ] کشتی ہے، اور عامۃ النّاس بھی اس بات کے قائل ہیں، اور آیت تو آپ کے دور کے آخر میں تھی اور باوجود اس کے کفر کی وجہ سے ان کی قوم پر عذاب نازل ہوا، پس اللہ عزّ وجلّ نے ان کی نافرمانی اور نبوت کو رد کرنے کی وجہ سے ان کو ہلاک کیا اور آپؑ کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے آپؑ کے ہمراہ ایمان لایا کشتی میں نجات دی، اور اس سے پہلے بھی کئی امتوں کو ہلاک کیا جنہوں نے ان کو جھٹلایا، اور جب آپؑ خدا کی طرف سے پیغام کے ساتھ آئے تو وہ لوگ اپنے کفر اور آپؑ کو جھٹلانے کی وجہ سے جہنم کی طرف گئے، اور اگر نوحؑ کی نبوت ان پر صرف معجزہ دیکھنے کے بعد ہی لازم ہوتی تو [اس سے قبل] نوحؑ پر ایمان لانا ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا، اور اگر [معجزہ دیکھنے سے قبل] نوح پر ایمان لانا ان کے لئے ضروری نہیں تھا تو نوحؑ کے لئے لازم ہوتا کہ معجزہ لانے سے پہلے ان کو دعوتِ ایمان نہ دیتے، اس لئے کہ معجزہ لائے بغیر اس کی تصدیق ان پر واجب نہیں ہوتی ہے اور ان کو کسی ایسی چیز کی جانب دعوت نہیں دی جانی چاہئے جسے قبول کرنا ان پر واجب ہی نہیں۔ اور اللہ عزّ وجلّ کسی ایسے نبی کو اپنی جانب دعوت کی خاطر مبعوث نہیں فرماتا ہے جس کی طاعت فرض نہ ہو۔ اور یہ ایک واضح بات ہے اس شخص کے لئے جس نے غور و تدبر سے کام لیا اور اسے سمجھنے کی توفیق ملی۔ اور اگر وہ

تمام باتیں بیان کریں جو اس باب کے لئے لازم ہیں تو اس کتاب کی حد سے باہر ہوں گی، مگر ہم نے اس کے صرف اہم نکات ثابت کئے ہیں تا کہ اہلِ عقل انہیں سمجھ لیں۔ اور اللہ ہی اپنی رحمت سے صواب کی توفیق دینے والا ہے۔

ISW LS
Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

أئمّہ صَلَواتُ اللہ علَیہم کے مراتب اوران کے احوال، نیزان کی ان لوگوں سے بیزاری جوانھیں اپنا مقام نہیں دیتے ہیں اوران لوگوں کی تکفیر کا بیان جوان کے بارے میں الحاد کرتے ہیں

أئـمّـہ ھُـدیٰ صَلَواتُ اللہِ عَلَیھِمْ وَ رَحْمَتہ' و بَرَکَاتُہ' اللہ جَلَّ جَلالـہ' کی مخلوق میں سے ایک مخلوق اوراس کے بندوں میں سے برگزیدہ بندے ہیں۔اللہ نے ان میں سے ہرامامؑ کی طاعت کواس کے زمانے کے لوگوں پرفرض کیا ہے، اوراس کے امر کے سامنے سرتسلیم خم کرنا ان پرواجب کیا ہے، اورانھیں اپنی جانب لوگوں کے ہادی اوراپنے بندوں کے لئے دلیلِ راہ بنایا ہے۔ان کی طاعت کو اپنی کتاب میں اپنی طاعت اوراپنے رسول صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ کی طاعت سے مقرون کیا ہے، اوروہ اس کی مخلوق پراس کی حجّتیں ہیں، اوراس کی زمین میں اس کے جانشین ہیں، وہ خدانہیں ہیں جوخدا سے بے نیاز ہوں، جیسا کہ گمراہ افترا پردازوں کا گمان ہے، اورنہ وہ انبیائے مرسلین ہیں، اورنہ ان کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے جیسا کہ انبیاء کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے، اورنہ وہ غیب جانتے ہیں جسے اللہ نے اپنے بندوں سے مخفی رکھا ہے، اورانبیاء کوبھی اس کی صرف ایک خاص مقدار

پر مطلع کیا ہے، یہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ان کے بارے میں افترا پردازوں، اہلِ باطل اور کذّابوں نے گمان کیا ہے، اللہ جَلَّ ذکرہ بہت بلند ہے اور اس نے اپنے اولیاء کو ملحدین، تہمتیں لگانے والے، تکذیب کرنے والے گمراہ اور افترا پردازوں کی باتوں سے پاک کر رکھا ہے۔

اور چونکہ اولیاء اللہ یعنی ائمۂ طاہرینؑ خدا کی حجّتیں ہیں جن کے ذریعے مخلوق پر حجّت قائم کی جاتی ہے، اور اس کی رحمت کے دروازے ہیں جن کو اس نے اپنے بندوں کے لئے کھولا ہے، اور وسیلۂ نجات ہیں جن کو خدا نے اپنے دوستوں اور اہلِ طاعت کے لئے سبب بنایا ہے، وہ ایسے ہیں کہ ان کی اطاعت کے بغیر اعمال قبول نہیں ہوتے ہیں، اور طاعت کا بدلہ صرف اس شخص کو مل سکتا ہے جو ان کا دوستدار ہو اور ان کی [امامت کی] تصدیق کرتا ہو، نہ کہ ان کو جو ان کی نافرمانی اور ان سے دشمنی کرتے ہیں اور ان کی جگہ پر کسی دوسرے کو بٹھاتے ہیں، ان کے دوستداروں اور ان کے اطاعت شعاروں کے ساتھ شیطان کی بڑی دشمنی ہے یہاں تک کہ انہیں بہکاتا ہے جیسا کہ پہلے ان کے ماں باپ [یعنی آدم و حوا] کو بہکایا تھا، اور شیطان نے ان میں سے بہتوں کو منحرف کیا ہے، انہیں فریب دیا ہے، ان کے دلوں میں وسوسہ پیدا کیا ہے اور ان کے دلوں پر قبضہ کیا ہے، پس انہوں نے کثرت کے بعد نقصان کا راستہ اختیار کیا اور سعادت کے بعد شقاوت کی راہ پر چل نکلے اور طاعت کے بعد نافرمانی کی، اور شیطان نے ان میں سے ہر ایک پر جہاں سے بس چلا حملہ کیا اور ان پر اپنے گھوڑے اور پیادے دوڑائے، پس ان میں سے جو بھی علم و فہم میں کمزور تھے اور ہوا و ہوس کے پیرو تھے انہیں بہکا دیا، انہیں فریب دیا اور منحرف کیا تاکہ ان [ائمہ] کے ساتھ نفاق کریں، ان کی طاعت سے دستبردار ہوں، ان

کے لئے کفر کریں اور ان کی معرفت سے نکل جائیں، اور جو علم میں ماہر اور حدودِ فہم میں بالغ تھے شیطان ان کو نہیں بہکا سکا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو بہکایا تھا جن کا ذکر قبل ازیں ہوا۔ اب اس نے ان پر ایک اور سمت سے حملہ کیا اور ان کے پاس ان کے محبوب و مقصود اور پسندیدہ راستوں سے پہنچا، اور ان کی نظر میں بیہودہ باتوں کی خوشنما تاویلیں پیش کیں، اور جھوٹی باتوں پر رنگ روغن چڑھایا اور ائمہؑ کی شانِ بزرگ اور مقامِ بلند میں غور کرنے میں فریفتہ کیا، ان کے لئے وسائل فراہم کیا اور دلائل کے ذریعے مؤکد بنایا کہ وہ [ائمہؑ] خود خدا ہیں مخلوق نہیں، یا انبیائے مرسل ہیں، شیطان نے اپنی پوری قوت سے ان پر ضرب لگائی اور ہر چیز مہیّا کی تاکہ وہ اس قسم کی جرأت اور گستاخی کریں، پھر تیسرے گروہ کے پاس [شیطان] شک وشبہ کے راستے سے داخل ہوا، یعنی دینی فرائض کو ان کی نظر میں مشکل بنادیا اور محرّمات کو ان کے لئے حلال کردیا، اور غلط تاویلیں پیش کرکے بڑی بڑی چیزیں مثلاً دین کے فرائض کو چھوڑ دینا اور موحد مسلمانوں کے زمرے سے نکل جانا ان کی نظر میں آسان بنادیا اور بدترین دلائل کے ذریعے اس جانب ان کی رہنمائی کی، پس انھوں نے بدبختی اور نقصان کا راستہ اختیار کیا اور اہلِ دین وایمان کے دائرے سے نکل گئے، اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں گمراہی سے بچائے، اور ہم اس حالت میں دنیا کو چھوڑ دیں کہ ہماری روح سلامت ہو، ہم عہد شکن، بے دین اور تحریف کرنے والے نہ ہوں اور نہ مغضوب وگمراہ ہوں۔

ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ کے اصحاب میں سے کسی شخص نے آپ کی خدمت میں لوگوں کی ایذارسانی کی شکایت کی اور کہا: اے فرزندِ رسولِ اللہؐ! لوگ کیوں ہمیں اذیّت دیتے ہیں، وہ ہم سے بغض وعداوت رکھتے ہیں

اور ہم پر طعنے کستے ہیں، گویا ہم ان کی نظر میں مسلمان ہی نہیں، پس ابوعبداللہؑ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر خدا کی حمد اور اس کا شکر بجا نہیں لاتے ہو، جب شیطان تم لوگوں سے ناامید ہوا اور تم نے اس کی اطاعت نہیں کی اور ہماری ولایت کو ترک نہیں کیا، ایک ایسی ولایت جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ اس شخص کا عمل کبھی قبول نہیں کرتا ہے جو ہماری ولایت کو ترک کرتا ہے، اس نے لوگوں کو بھڑکا دیا تاکہ لوگ ہماری ولایت کی وجہ سے تمہارے ساتھ حسد کریں، پس اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ، اس عصمت کی خاطر جو اس نے تمہیں عطا کی ہے، اور جب لوگوں کی اذیّت اور آزار تمہاری نظر میں گران معلوم ہو تو ان مصیبتوں پر غور کرو اور دیکھو جو لوگوں سے ہمیں پہنچی ہیں اور اب بھی پہنچتی ہیں اور ان مصیبتوں کی طرف دیکھو جو ہم سے پہلے اولیاء اللہ اور انبیاء کو پہنچی ہیں۔ رسول اللہؐ سے پوچھا گیا کہ کونسے لوگ سب سے زیادہ دنیوی امتحان و آزمائش سے گزرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: انبیاء، اس کے بعد اوصیاء پھر ائمہ اور ان کے بعد مومنین، ان میں جو اوّل ہیں وہ اوّل ہی ہیں اور جو افضل ہیں وہ افضل ہی ہیں، بلاشبہ اللہ نے ہم کو اور تم کو آخرت کی زندگی کی صفائی عطا کی ہے اور اسی کو ہی ہمارے لئے اور تمہارے لئے پسند فرمایا ہے، پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: دنیا مومن کا زندان اور کافر کی جنّت ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بھی مومن بندے کو دنیوی نعمتوں سے بہرور نہیں کرتا مگر یہ کہ اس میں تلخی پیدا کر کے مکدر اور آلودہ بناتا ہے، تاکہ دنیا کا یہ بہرہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کے بے آمیزش ثواب کا حصّہ شمار نہ ہو اور خدا اس کے لئے آخرت کی بلا کدورت اور پاکیزہ زندگی مکمل کر دے۔

جہاں تک اس گروہ میں شامل اس شخص کے تذکرے کا تعلق ہے جو گمراہ ہوا اور ہلاک ہوا، اس قسم کے لوگ بہت زیادہ ہیں اور بات طول پکڑتی ہے اور اس

کتاب کی گنجائش سے باہر نکلتی ہے، مگر جیسا کہ ہم نے شرط رکھی ہے اس سے بعض نکات بیان کرنا لازم ہے، ان میں سے ایک روایت علی ابن ابیطالبؑ سے مروی ہے کہ آپؑ کے اصحاب کی ایک جماعت یعنی وہ لوگ جنہوں نے آپ کی بیعت کی تھی، آپؑ کی ولایت کو قبول کیا تھا اور آپؑ کی امامت کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا آپؑ سے منحرف ہو گئے، آپ کے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور آپ کے خلاف ظلم و ستم کے مرتکب ہو گئے، پس آپؑ نے ان سب سے جنگ کی، عہد شکنوں کو شکست دی اور منحرفین کو مار ڈالا اور ظالموں کے خلاف جہاد کیا اور ان کو قتل کیا، وہ لوگ آپ سے بیزار ہو گئے اور آپ نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ ایک اور گروہ نے شیطان کے مکر و فریب میں آ کر آپ کے بارے میں غلو سے کام لیا اور کہا کہ: نبی آپؑ ہی تھے، جبرائیل نے غلطی کی ہے، یعنی اسے آپؑ کی طرف بھیجا گیا تھا مگر وہ غلطی سے محمدؐ کے پاس آیا ہے۔ افسوس کی بات ہے، ان کی عقلیں کس قدر ناقص، ان کے نفوس کس قدر زیانکار اور ان کے افکار کس قدر واہیات ہیں، اگر ان میں سے کوئی کسی شخص کو پیالہ بھر کھجور کے ساتھ کسی شخص کے پاس بھیجدے اور وہ کسی دوسرے شخص کو دے تو بھیجنے والا اس کے فعل کو غلط قرار دیتا ہے اور اس کی جگہ کسی اور شخص کو مقرر کرتا ہے، یا دی ہوئی چیز کو واپس منگا لیتا ہے، پس وہ رَبُّ العٰلَمِین کے بارے میں کس طرح ایسے فاسد گمان کے مرتکب ہوتے ہیں، نیز جبرائیل روح الامین کے بارے میں، جبکہ وہ رسول اللہ کی زندگی میں آپ کی جانب وحی لیکر نازل ہوتا تھا، اور قرآن کے ساتھ آیا جو آپؐ پر نازل ہوا ہے، پھر اتنا بڑا دعویٰ کرتے ہیں، اور اسی طرح واضح طور پر افترا پردازی کرتے ہیں، چونکہ شیطان نے انہیں فریب دیا ہے اور ان کی نظر میں تہمت اور سرکشی کو خوشنما بنایا ہے، اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر قبل ازیں ہوا، اور

ان میں سے بعض لوگوں نے یہ گمان کیا کہ علیؑ بادل میں ہے، اور یہ ان کی بے شرمی اور جھوٹ کا نتیجہ ہے جو عقلمندوں سے مخفی نہیں۔ ان میں سے غالیوں کی ایک جماعت جس کا وصف اور شیطان کے ذریعے اس کے گمراہ ہونے کا تذکرہ قبل ازیں ہوا آپؑ کے پاس آئی اور کہا: تُو ہمارا خدا، خالق اور رازق ہے، تجھ سے ہم آئے ہیں اور ہماری بازگشت تیری جانب ہے، آپؑ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور چہرے پر پسینہ آیا، اور خدائے عزَّ وَجَلَّ کے جلال کے سامنے خوف اور تعظیم کی وجہ سے کھجور کے پتے کی طرح کانپ اٹھے، آپ غضبناک ہو گئے اور اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کو ایک کھڈا کھودنے کا حکم دیا، کھڈا کھودا گیا اور آپؑ نے [کھڈے سے مخاطب ہو کر] فرمایا: آج میں تجھے چربی اور گوشت سے بھر دونگا، جب غالیوں کو معلوم ہوا کہ آپؑ ان کو قتل کرنے والے ہیں تو انہوں نے کہا: اگر آپ ہمیں مار ڈالیں گے تو آپ ہی ہمیں دوبارہ زندہ کریں گے، آپؑ نے ان سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا مگر وہ اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے، پس آپؑ نے ان کے سر قلم کرنے کا حکم دیا اور اس کھڈے میں ایک آگ سلگائی اور ان کو جلا ڈالا اور فرمایا:

لَمّا رَاَیْتُ الْاَمْرَ اَمْراً مُنْکراً
اَضْرَمْتُ نَارِی وَ دَعَوْتُ قَنبَراً

ترجمہ: جب میں نے یہ ناگوار بات دیکھی تو اپنی آگ سلگائی اور اپنے غلام قنبر کو آواز دی۔

اور آپ کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے، اور آپ کی نسل سے ہونے والے ائمہؑ کے ادوار میں بھی ایسے واقعات ہوئے ہیں، ان سب کا ذکر کرنا طوالت کا باعث بن جاتا ہے، مثلاً مغیرہ بن سعید، جس پر خدا کی لعنت ہو جو امام ابو جعفر محمّد

بن علیؑ کے اصحاب اور داعیوں میں سے تھا، پس شیطان نے اسے گمراہ کیا اور وہ کافر بن گیا اور نبوت کا دعویٰ کیا اور ایسا گمان کیا کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے، نیز اسے یہ گمان ہوا کہ ابو جعفر خدا ہے۔ تعالیٰ اللہ ربّ العٰلمین۔ اور یہ گمان کیا کہ ابو جعفرؑ نے اسے پیغمبر کی حیثیت سے بھیجا ہے، اور اس کے اکثر ساتھی اس کے نام کی مناسبت سے مغیریہ کے نام سے موسوم ہو گئے جنہوں نے اس کی متابعت کی، اور اس کی اطلاع ابو جعفر محمد بن علیؑ کو ملی، آپ کے پاس وہ قوت و اقتدار نہیں تھا جو علیؑ کے پاس تھا تاکہ علیؑ کی طرح ملحدین کا سر قلم کریں، پس ابو جعفرؑ نے مغیرہ اور اس کے ساتھیوں پر لعنت کی اور اس سے، اس کے قول سے اور اس کے ساتھیوں سے بیزاری کا اظہار کیا، اور اپنے اصحاب کی جماعت اور شیعوں کو ایک خط لکھا اور ان کو حکم دیا کہ مغیریہ کو چھوڑ دیں اور ان سے خدا کی پناہ مانگیں اور مغیرہ اور اس کے دوستوں پر لعنت کریں۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا، اور ان کا نام مغیریہ رافضیہ رکھا اسلئے کہ انہوں نے امام کو چھوڑ دیا اور ملعون مغیرہ کی بات مانی، اور مغیرہ اور اس کے ساتھی اور امامؑ کے اصحاب کے درمیان مناظرے، خصومتیں اور احتجاجیں ہوتی تھیں جن کا ذکر طوالت کا باعث بن جاتا ہے، اور مغیرہ اور اس کے ساتھیوں نے تمام محارم کو حلال قرار دیا اور انہیں مباح سمجھا، شرائع کو معطل اور ترک کیا اور اسلام سے کلی طور پر کٹ گئے، اور تمام شیعیانِ حق اور ائمہؑ کے مریدوں سے جدا ہو گئے، ابو جعفر محمد بن علیؑ نے ان پر کی جانے والی لعنت اور بیزاری کی تشہیر کرائی۔

بعد میں امام جعفر بن محمدؑ کے زمانے میں ابو الخطاب آپؑ کے بڑے بڑے داعیوں میں سے تھا، اس کا بھی وہی حشر ہوا جو مغیرہ کا ہوا تھا، وہ بھی کافر ہوا اور نبوت کا دعویٰ کیا اور گمان کیا کہ جعفر بن محمدؑ خدا ہے، تعالیٰ اللہ عن قولہ، اور اس نے

تمام محارم کو حلال قرار دیا اور ان پر عمل کرنے کی اجازت دی۔ جب بھی اس کے احباب پر کوئی دینی فریضہ گران گزرتا تھا تو وہ اس کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے: اے ابوالخطاب ہمارے لئے اس میں رعایت کرو، تو وہ انہیں اسے ترک کرنے کا حکم دیتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے تمام فرائض کو ترک کر دیا اور تمام محارم کو حلال قرار دیا، اور وہ تمام ممنوع کاموں کے مرتکب ہوئے، اور اس نے ان کے لئے ایک دوسرے کے بارے میں جھوٹی گواہی دینا جائز قرار دیا اور کہا: جس نے امام کو پہچان لیا اس کے لئے وہ سب کچھ حلال ہوا جو حرام ہوا تھا، اس کا قصّہ امام جعفر بن محمدؑ تک پہنچا، پس امامؑ اس پر لعنت کرنے اور اس سے بیزاری کے اظہار کے سوا کیا کر سکتے تھے، اپنے اصحاب کو جمع کیا، صورتحال سے ان کو آگاہ کیا اور تمام ممالک کو لکھا کہ آپؑ اس سے بیزار ہیں اور اس پر لعنت کرتے ہیں، اور امامؑ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے تھے، یہ بات امام ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ کے لئے نہایت سخت اور ناگوار تھی اور آپ اسے ایک خطرناک اور ہولناک امر سمجھتے تھے۔

مفضّل بن عمرو کا بیان ہے کہ: ایک دن میں ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کو برافروختہ، رنجیدہ اور غمگین پایا، امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپ سے فدا ہو جاؤں، آپ کیوں غمگین ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: خدا پاک و بلند ہے ان باتوں سے جو ظالمین کہتے ہیں، اے مفضّل! اس کذّاب کافر کا خیال ہے کہ میں خدا ہوں، خدا پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ میرا اور میرے آباواجداد کا خدا ہے، اس نے ہمیں پیدا کیا ہے، ہمیں عنایت کیا ہے اور ہمیں ہر چیز دی ہے، پس ہم ہدایت کی نشانیاں اور خدا کی عظیم ترین حجّت ہیں، ان یعنی ابوالخطاب کے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں بتا دو کہ ہم خدا کے بندے اور اس کی

مخلوق ہیں اور وہ ہمارا رَبّ ہے، مگر خدا کی جانب سے ہمیں ایک رتبہ عنایت ہوا ہے جو دوسروں کو عنایت نہیں ہوا ہے اور ہمارے سوا کوئی بھی اس رتبہ کا اہل نہیں، اور ہم خدا کے نُور سے ایک نُور ہیں اور ہمارے شیعہ ہم سے ہیں، اور مخلوق میں سے جو بھی ہمارے ساتھ مخالفت کرتا ہے، وہ دوزخ میں ہے، ہم کل [یعنی قیامت کے دن] خدا کے ہمسائے ہیں اور اس کے گھر میں ہیں، جو ہم سے [امر و فرمان] قبول کرتا ہے اور ہماری اطاعت کرتا ہے وہ جنّت میں ہے، اور جو اس جھوٹے کافر کی پیروی کریگا وہ دوزخ میں ہے۔

امام جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ سَدِیرِ صَیرَفی نے آپؑ سے سوال کیا اور کہا: میں آپ سے فدا ہو جاؤں، آپ کے بارے میں آپ کے شیعوں کے درمیان بہت اختلاف ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ امام کے کان میں نکتے بیان کئے جاتے ہیں، کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ اس کی طرف وحی آتی ہے، ایک اور گروہ کا کہنا ہے: اس کے دل کو الہام ہوتا ہے، ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ امام خواب میں [سب کچھ] دیکھتا ہے، ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے آباو اجداد کی کتابوں کی بنیاد پر فتویٰ دیتا ہے، میں آپ سے قربان ہو جاؤں میں کونسی بات مان لوں؟ امام نے فرمایا: ای سدیر ان کی باتوں میں سے ایک بھی نہ مانو، ہم خدا کی حجّت اور مخلوق پر اس کے امین ہیں، ہمارا حلال خدا کی کتاب سے ہے اور ہمارا حرام بھی اسی سے ہے۔

اور آپ ہی سے روایت ہے کہ عِیص بن مختار آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں آپ سے قربان جاؤں، یہ کیا اختلاف ہے جو آپ کے شیعہ کے درمیان ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عیص! ان کے درمیان کیا اختلاف ہے؟ کہا:

جب میں کوفہ میں ان کے درمیان بیٹھتا ہوں تو ان کی باتوں اور اختلافات کی وجہ سے شک کے قریب ہوتا ہوں اور جب مفضّل کے پاس جاتا ہوں تو اس کے پاس جو چاہتا ہوں مل جاتا ہے اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ ابوعبداللہ نے فرمایا: ہاں عیص ویسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا، لوگ بلاوجہ ہم پر جھوٹ باندھتے ہیں [اس طرح باندھتے ہیں کہ] گویا خدا نے ان پر جھوٹ بولنا واجب کیا ہے اور اس کے علاوہ ان سے کوئی اور چیز نہیں مانگتا ہے۔ جب میں ان میں سے کسی سے کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ جیسے ہی میرے پاس سے اُٹھ کر چلا جاتا ہے میرے خلاف غلط تاویلیں کرنے لگتا ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دین کو پسند کرنے والے نہیں ہیں اور تم دین کو پسند کرنے والے ہو، اے عیص ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ وہ رئیس بنے، اے عیص جو بندہ سر اونچا کرتا ہے خدا اس کا سر نیچا کرتا ہے، اور اس کے بندوں میں سے جو فروتنی اختیار کرتا ہے خدا اسے سربلند کرتا ہے اور اسے شرف بخشتا ہے۔

اور ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے احباب میں سے ایک کے نام جو داعی بھی تھا، ایک خط لکھا، اس داعی نے پہلے ایک خط لکھا تھا جس میں ایک ایسی قوم کا ذکر کیا تھا جس نے اس کی پذیرائی کی تھی [یعنی اس کی دعوت قبول کی تھی] مگر انہوں نے اپنی حدود سے تجاوز کیا، محرمات کو حلال سمجھا اور ظاہر کو ترک کیا، پس ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ نے اس کی جانب خط لکھا اور اس قوم کی حالت بیان کرنے کے بعد فرمایا: تم نے اپنے خط میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ تمہاری اطلاع کے مطابق ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ نماز، زکوٰۃ، ماہِ رمضان کا روزہ، حج وعمرہ، مسجد الحرام، بیت الحرام، مشاعرِ عظام اور شہر الحرام ایک شخص سے

عبارت ہیں، غسلِ جنابت بھی ایک شخص ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی فریضہ اپنے بندوں پر فرض کیا ہے اس سے ایک شخص مراد ہے، اور وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس مرد کی معرفت حاصل کرتا ہے تو اس کے لئے بغیر عمل کے یہی علم کافی ہے، گویا اس نے نماز بھی پڑھی، زکوٰۃ بھی دی، روزہ اور حج بھی ادا کیا، عمرہ بھی کیا، غسلِ جنابت بھی کیا اور پاک ہوا اور حُرماتِ خدا شہرُ الحرام اور مسجدُ الحرام کی تعظیم بھی کی، اور ان کا یہ گمان ہے کہ جس نے اس شخص کو پہچان لیا اور اسے اپنے دل میں جاگزین کیا تو وہ [ان اعمال میں] سستی کرسکتا ہے اور ضروری نہیں کہ وہ خود کو مشقت میں ڈالے، اور جو شخص اس مرد کو پہچانتا ہے تو اس وقت اس کے تمام فرائض مقبول ہو گئے، خواہ وہ یہ فرائض انجام نہ بھی دے۔ اور [اے داعی] تمہیں اس بات کی بھی اطلاع ملی ہے کہ ان کے خیال میں وہ فواحش جن سے اللہ عزَّ وَجَلَّ نے منع کیا ہے، مثلاً شراب نوشی، جوا، زنا، سود، مردہ، خون، سور کا گوشت، یہ تمام اشخاص ہیں، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے صرف ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، چچیوں اور خالاؤں کے ساتھ نکاح کرنا حرام کیا ہے، اور جن عورتوں کو مومنین کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے ان سے مراد نبیؐ کی بیویاں ہیں، ان کے علاوہ دوسری عورتیں حلال ہیں، اور تجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ ان میں چند مرد ایک ہی عورت سے نکاح کرتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے لئے جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اور ان کا یہ بھی گمان ہے کہ ان چیزوں کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے جس سے وہ واقف ہیں اور وہ باطن کی تلاش میں ہیں اور ان کو اس پر عمل کرنے کا حکم ملا ہے، تمہارے خط میں یہ مرقوم ہے کہ تُو نے مجھ سے ان مطالب، ان کے احوال اور اقوال کے بارے میں سوال کیا ہے، پس میں تجھے آگاہ کرتا ہوں، جو شخص خدا کے دین کو ان اوصاف کے ساتھ قبول کرتا ہے

جن کا ذکر تُو نے کیا ہے اور ان کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے تو وہ شخص میرے نزدیک خدا کے ساتھ شرک کرتا ہے اور اس کا شرک واضح ہے، اور کسی کے لئے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، کیا یہ لوگ اللہ عزّ وجلّ کا یہ ارشاد نہیں سنتے ہیں: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۔ ترجمہ: کہدو ماسوا اسکے نہیں ہے کہ میرے پروردگار نے بے حیائیوں کو وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں حرام قرار دیا ہے (۷:۳۳)۔ نیز جَلّ ثناؤہ کا ارشاد ہے: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَه‘ ۔ ترجمہ: اور تم گناہ کے ظاہر اور باطن کو چھوڑ دو (۶:۱۲۰)۔ پس جو چیز ظاہر میں حرام ہے وہ باطن میں سراسر حرام ہے اور جو چیز ظاہر میں حلال ہے وہ باطن میں کلاًّ حلال ہے، بلاشبہ ظاہر کو باطن پر دلیل بنایا گیا ہے اور باطن ظاہر پر دلیل ہے، ان میں سے ایک دوسرے کی تاکید کرتا ہے اور ایک دوسرے کو محکم اور مضبوط بناتا ہے اور ایک دوسرے کی تائید کرتا ہے، پس جو چیز ظاہر میں مذموم ہے، وہ باطن میں بھی مذموم ہے اور جو چیز ظاہر میں لائق ستائش ہے وہ باطن میں بھی لائق ستائش ہے۔

اس کے بعد ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ نے فرمایا: جان لو، بلاشبہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ایک ایسی بات سنی ہے کہ جس کی حقیقت سے وہ واقف نہیں ہیں اور اس کی حدود سے آشنا نہیں ہیں، پس ان چیزوں کی حدود کو انہوں نے اپنی رائے کے مطابق اور اپنی عقول کی نہایت کے اعتبار سے پرکھا ہے، نہ کہ یہ تکذیب اور خدا اور اس کے رسول پر افترا پردازی اور ارتکابِ معاصی پر جرأت کی وجہ سے ایسا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں کیا ہے جو ایک ایسی معرفت کی طرف دعوت دے جس کے ساتھ عمل نہ ہو، اور بلاشبہ خدائے تعالیٰ اپنے بندوں سے فرائض پر عمل کرنا، جو اس نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے اس وقت قبول کرتا ہے

جب خدا کی طرف سے ان فرائض کو لانے والے اور ان کی طرف دعوت کرنے والے کی معرفت حاصل ہو۔ پس سب سے اوّلین فریضہ اس شخص کی معرفت ہے جو اس کی طرف دعوت دیتا ہے، اور [جس کی طرف دعوت دیتا ہے] وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے، اور اس کی ربوبیّت کا اقرار کرنا ہے، اور اس رسولؐ کی معرفت ہے جو اس کی جانب سے آیا ہے، اور ان چیزوں کو قبول کرنا ہے جو وہ لے آیا ہے، اس کے بعد وصی کی معرفت ہے، پھر انبیاء کے بعد ائمّہ کی معرفت ہے جن کی طاعت کو اللہ تعالیٰ نے ہر دور و زمان کے لوگوں پر فرض کیا ہے، نیز اوّلین و آخرین انبیاء و ائمّہ پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا، پھر جن طاعات کو خدائے عزَّ وَجلَّ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے ان پر ظاہراً و باطناً عمل کرنا، اور جس چیز کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اس سے دُور رہنا، خواہ وہ ظاہر میں ہو یا باطن میں، بلاشبہ ظاہر کو باطن سمیت اور باطن کو ظاہر سمیت اور اصل و فرع کو ایک دوسرے کے ساتھ حرام کیا ہے، پس حرام کا باطن اپنے ظاہر کی طرح حرام ہے اور ان میں کسی ایک کو حلال نہیں بنایا جا سکتا اور یہ نہ جائز ہے اور نہ حلال کہ ان میں سے کوئی چیز حلال ہو، اور طاعات کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، بندوں پر ان کے ظاہر اور باطن دونوں پر عمل کرنا واجب ہے، اور ان کے باطن کے بغیر ظاہر پر عمل کرنا اور ظاہر کے بغیر باطن پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، باطنی صلوٰۃ کو چھوڑ کر ظاہری نماز پڑھنا جائز نہیں اور ظاہری صلوٰۃ کو چھوڑ کر باطنی نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے، اور زکوٰۃ، صوم، حج، عمرہ اور دوسرے تمام فرائض کا بھی یہی حال ہے جن کو اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے، اور اس کے محارم و شعائر کا بھی یہی حال ہے۔

اور علی بن ابی طالبؑ سے روایت ہے، آپؑ نے قرآن کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا: اس کا ظاہر عملِ واجب ہے اور اس کا باطن ایک پنہان و پوشیدہ علم ہے اور وہ ہمارے پاس معلوم و مکتوب ہے۔

ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپ کے اصحاب میں سے کسی نے بعض ایسے شیعوں کا ذکر کیا جو منحرف ہوئے تھے اور محارم کو حلال بنایا تھا جبکہ وہ آپؑ کے شیعہ شمار ہوتے تھے۔ [اس صحابی نے] کہا: وہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ دین سے معرفت مراد ہے، پس جب امام کی معرفت حاصل کی تو جو جی میں آئے کرلو۔ ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ ترجمہ: بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں (۲:۱۵۶)۔ کافروں نے ایک ایسی چیز پر غور کیا ہے جو ان کی سمجھ سے باہر ہے، دراصل کہا یہ گیا ہے کہ امام کو پہچانو اس کے بعد طاعتوں میں سے جو چاہو بجالاؤ تاکہ تمہاری طاعات قبول ہوں گی، اسلئے کہ خدائے عزَّ وجلَّ کوئی عمل بغیر معرفت کے قبول نہیں کرتا، اگر انسان تمام نیک اعمال انجام دے، ہمیشہ روزہ دار اور شب زندہ دار ہو، اپنا مال خدا کی راہ میں صرف کرے اور عمر بھر خدا کی تمام طاعات پر عمل کرے، لیکن اس کے پیغمبر کو جو یہ فرائض لے آیا ہے، نہ پہچانے اور اس پر ایمان لاکر اس کی تصدیق نہ کرے اور اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت حاصل نہ کرے جس کی طاعت کو خدائے عزَّ وجلَّ نے اس پر فرض کیا ہے، تاکہ وہ اس کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا، اس بارے میں اللہ عزَّ وجلَّ کا ارشاد ہے: وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۔ ترجمہ: اور جو عمل انہوں نے کیا ہوگا ہم اسکی طرف توجہ کرینگے، پس اسے پریشان غبار کردیں گے (۲۵:۲۳)۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا: اگر جاہل عبادت کی خاطر ٹکڑا ٹکڑا بھی

ہو جائے تو اسے خدا سے دوری کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہیں آیگا، اس کی مثالیں ہمارے ذہن میں اس قدر بکثرت ہیں کہ اگر وہ سب کے سب بیان کریں جو مروی ہیں اور وہ تمام باتیں بیان کریں جو ہر امامؑ کے بارے میں موجود ہیں اور جن کا مشاہدہ ہم نے خود کیا ہے، تو اس کتاب کو مکمل کرنے سے رہ جائیں گے جو اصل مقصد ہے۔

مہدی باللہؑ کے زمانے کا واقعہ ہے جو ہم تک پہنچا ہے، اس کا تعلق بعض ایسے افراد کی مخالفت سے ہے جو دین میں اہلِ بصیرت میں سے تھے اور بزرگ مومنین میں سے تھے اور ایسے افراد میں سے تھے جو سختیاں برداشت کرنے اور جہاد میں پیش قدم تھے اور یہ فضیلت دوسروں کو حاصل نہیں تھی، وہ ایسے داعیوں میں سے تھے جو خدا اور اس کے ولی کی جانب لوگوں کو دعوت کرتے تھے اور علم کے ایک ایسے مقام تک پہنچے تھے کہ وہاں تک دوسرے نہیں پہنچے تھے، شیطان نے ان کو گمراہ کیا، بالکل اسی طرح جس طرح ان سے پہلوں کو گمراہ کیا تھا، جن کا ذکر ہم نے کیا، ان کو [شیطان نے] فریب دیا، ان کو الٹا دیا اور ہلاکت کی طرف کھینچا، اور آخر کار گمراہی میں پڑے اور نفاق اور گمراہی کے نتیجے میں مارے گئے، یہ دین سے کُلّی طور پر نکل گئے، ہم گمراہی اور بدبختی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور اس سے عصمت اور پاکیزگی کے طلبگار ہیں، نیز ہم نے ایسے افراد کو دیکھا ہے جو اہلِ دعوت میں شامل تھے، نیز بصیرت، ولایت، منزلت اور اعمال صالح کے مالک تھے، پھر کبائر کے مرتکب ہوئے اور محرمات کو حلال سمجھا اور فرائض کو معطل کیا اور دین کو معمولی سمجھا اور ان لوگوں کی حالت اپنائی جن کا ذکر ہوا، یعنی تحریف کرنے والے اور بھٹکنے والے بن گئے، اور نتیجتاً مہدی باللہؑ نے انہیں شدید ترین سزا دی اور ہر ایک کو اس کے استحقاق، دعویٰ اور کفر کے مطابق بھاری عذاب میں مبتلا کیا، ایک گروہ کو شکنجہ میں

ڈال کر مار دیا، بعض کو سولی پر لٹکا دیا اور بعض کو زنجیریں اور بیڑیاں پہنا کر زندان میں ڈالدیا، یہاں تک کہ سب ہلاک ہو گئے۔ اور آپؑ نے اپنی دعوت کا دروازہ بند کر دیا اور اپنی رحمت کی فضیلت کو ایک لمبی مدت اور طویل عرصے تک پنہان رکھا، یہاں تک کہ مومنین کی آزمائش کی اور زندیقوں اور منافقوں کو پہچان لیا، اور اس بارے میں آپؑ نے جو کچھ کیا ہے وہ اور قوم کی حالت کچھ ایسی ہے کہ اگر اس کی حقیقت بیان کی جائے تو سیرت کی ایک پوری کتاب بنے گی اور اس کے لئے ضخیم کتابوں کی ضرورت ہوگی، اور ہم نے ولیٔ خدا منصور باللہ صَلَوٰاتُ اللہ علیہ ورحمتہ و بَرَکاتہ سے جن کے چہرے کو اللہ تعالیٰ روشن کرے، ان کے ذکر کو رفعت دے، ان کے مرتبے کو بلند کرے اور ہم کو ان کی شفاعت سے بہرہ ور کرے سنا ہے کہ آپؑ نے اسی واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: جب خدائے جَلَّ ذکرہ نے مہدی باللہ صَلَوٰاتُ اللہ علیہ کو اپنی رضا سے جوارِ رحمت میں لے لیا اور آپؑ کے بعد امامت آپؑ کے فرزند القائم بامر اللہؑ کو ملی تو ایک دن آپ نے ائمہ صَلَوٰاتُ اللہ علیہم اور ان کے بارے میں ملحدین کے الحاد کا ذکر کیا، پھر ایک سرد آہ بھر لی، آپ کی طبیعت میں انقباض پیدا ہوا اور آپ پر خوفِ الٰہی طاری ہو گیا، ہم آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے اندر خوفِ الٰہی کے آثار دیکھتے تھے، پھر آپ نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ترجمہ: بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں (۲:۱۵۶)۔ منصور باللہ نے آپ سے کچھ کہا جو ہم یاد نہ رکھ سکے، مگر اس کا مفہوم لوگوں کے شر اور امامؑ کے بارے میں ان سے منسوب کر کے کی جانے والی تاویلوں سے خدا کی پناہ مانگنا تھا، پھر فرمایا: کل تک میں ان لوگوں کے نزدیک مسلمانوں کا ولیٔ امر تھا مگر آج ان کی نظر میں ایسا ہوں کہ بعض مجھے خدا سمجھتے ہیں اور

بعض نے مجھے پیغمبر بنا رکھا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ میرے پاس علمِ غیب ہے، کچھ اور لوگوں کا کہنا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، اس کے بعد منصور باللہؑ نے ہم سے فرمایا کہ "یہی بات سب کو بتادو اور سب کے درمیان اشتہار کرو" اور غم اور فکر میں رو پڑے اور ہم نے آپ کے چہرے میں خوفِ خدا کے آثار کا مشاہدہ کیا اور آپ نے فرمایا: ہماری ان باتوں پر توجہ دو، دوسروں کو بھی بتاؤ اور انہیں پھیلا دو، بلاشبہ ہم اللہ کے بندوں میں سے ہیں اور اس کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں، مگر ہمیں اس کی جانب سے ایک مرتبہ عنایت ہوا ہے جس کے ذریعے اس نے ہم پر فضل کیا ہے اور ہم کو اپنے بندوں کے امامؑ اور مخلوق پر اپنی حجتیں بنایا ہے۔

اور ان جیسے مطالب ہمارے پاس اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کریں تو اس کے تذکرے میں کتاب کا تسلسل ٹوٹ جائیگا، اور جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ اتنا ہے کہ انشاء اللہ خدائے عزّ وجلّ اس سے عقلمندوں کو فائدہ پہنچائے گا۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ائمہ صلوٰاتُ اللہ علیہم کی وصیّتوں، ان کے اولیاء، ان کے اوصاف اور ان کی معرفت کا بیان

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ایک جماعت آپؑ کے پاس آئی تا کہ کسی دنیوی معاملے کے بارے میں آپ سے سوال کرے، پس اس مقصد کے لئے آپ کو وسیلہ بنایا اور سوال کیا: یا امیر المومنین ہم تیرے شیعوں میں سے ہیں، آپ نے دیر تک اُن کی طرف دیکھا پھر فرمایا: میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا اور نہ تمہارے اندر اس چیز کا کوئی اثر مجھے نظر آتا ہے جو تم کہتے ہو، بلاشبہ ہمارے شیعہ تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں، اس کی اطاعت میں اس پر عمل کرتے ہیں، نافرمانیوں سے اجتناب کرتے ہیں، ہم جو بھی حکم دیں اور جس چیز کی طرف بلائیں اس کی اطاعت کرتے ہیں، ہمارے شیعہ اوقاتِ صلوٰۃ معلوم کرنے کے لئے سورج، چاند اور ستاروں پر نظر رکھتے ہیں، ہمارے شیعوں کے ہونٹ خشک ہوتے ہیں اور ان کے پیٹ خالی ہوتے ہیں، ان کی پیشانیوں میں زہد وتقویٰ کے آثار نمایاں ہیں، جو شخص اپنے حق سے زیادہ مانگتا ہے، لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور وہ مال لیتا ہے جو اس کا نہیں، وہ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے۔

نیز ابو عبد اللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ کوفہ سے شیعوں کی ایک جماعت آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی تا کہ آپ سے [احادیث] سنے اور کچھ

سیکھے، پس جب تک ممکن ہوا مدینہ میں ٹھہرے، وہ ہمیشہ آپؑ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور وہ اختلاف کرتے تھے اور تردد میں تھے، آپ سے سنتے اور سیکھتے تھے، جب واپسی کا وقت آ پہنچا تو امامؑ کو الوداع کہا، ان میں سے بعض نے کہا: اے رسولِ خدا کے فرزند! ہمارے لئے کچھ وصیّت فرما، امامؑ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہوں، اس کی طاعت کے ذریعے عمل کرو، نافرمانیوں سے بچو، جس نے آپ کو امین بنایا ہے اس کی امانت ادا کرو، جس کی صحبت میں رہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور یہ کہ ہمارے لئے خاموش داعی بنو۔ انہوں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسول اللہ! ہم خاموش رہ کر کس طرح آپ کی جانب دعوت کر سکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: جس چیز کا ہم نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرو جو خدا کی طاعت کے ساتھ عمل سے عبارت ہے، اور جس چیز سے ہم نے روکا ہے اس سے اجتناب کرو، یعنی محارمِ خدا کے ارتکاب سے [بچو]، لوگوں کے ساتھ سچائی اور عدل کا سلوک رکھو، امانت کو ادا کرو، نیک کام کے لئے امر کرو اور بُرے کام سے روکو تا کہ لوگوں کو تمہارے پاس نیکی کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے، جب لوگ تمہارے اعمال کو دیکھیں گے تو کہیں گے ''یہ فلان کے مرید ہیں، اللہ فلان شخص پر رحمت کرے اپنے مریدوں کی کتنی اچھی تربیت کی ہے'' اور لوگوں کو اس بزرگی کا علم ہوگا جو ہمارے پاس ہے، اور اس کی جانب سعی کریں گے۔ میں اپنے والدِ بزرگوار محمد بن علی رضوان اللہ علیہ و رحمتہ و بَرَکاتہ کے بارے میں گواہی دیتا ہوں، میں نے سنا ہے آپ فرماتے تھے: ہمارے اولیاء اور ہمارے شیعہ گزشتہ اوقات میں اپنے لوگوں کے درمیان سب سے بہترین لوگ ہوتے تھے، اگر کسی قوم میں مسجد کا امام تھا تو وہ ان میں سے ہوتا تھا، اگر کسی قبیلے میں مؤذن ہوتا تھا تو ان میں سے ہوتا تھا، اگر کوئی ایسا شخص تھا جس کے

پاس امانت رکھی جاسکے تو وہ ان میں سے ہوتا تھا، اگر کوئی صاحبِ امانت تھا تو ان میں سے تھا، اگر کوئی ایسا عالم تھا جس سے دین سیکھنے کے لئے رجوع کریں اور دنیوی امور میں مشورہ لیا جائے تو ان میں سے تھا، پس تم بھی ایسا بنو، ایسا بنو جس کی بدولت لوگ ہمارے دوست بن جائیں، ایسا نہ بنو جس کی وجہ سے لوگ ہمارے دشمن بن جائیں۔

اور جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ کو یہ اطلاع ملی کہ بعض شیعہ عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، آپ نے انہیں نصیحت کی اور ان کی سرزنش کی اور گفتگو کے دوران فرمایا: بلاشبہ جس شخص نے اس چیز میں کوتاہی کی جو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے وہ خدا کی رحمت تک ہرگز نہیں پہنچے گا اور قیامت کے دن اسے محمد صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ کی شفاعت ہرگز نصیب نہیں ہوگی، پس خدا نے جو کچھ تم پر فرض کیا ہے وہ ہم سے سنو اور اس پر عمل کرو، اور خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرو، اور ہمارے امر کی مخالفت کر کے ہماری نافرمانی نہ کرو، پس قسم بخدا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا) اور ہم ہیں (یہ کہہ کر آپ نے اپنی طرف اشارہ کیا)، ہمارے شیعہ ہم میں سے ہیں اور باقی تمام لوگ جہنم میں ہیں، ہمارے توسط سے خدا کی عبادت ہوتی ہے اور ہمارے ذریعے خدا کی اطاعت ہوتی ہے اور ہمارے ساتھ مخالفت کی وجہ سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہے، پس جس نے ہماری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ہماری نافرمانی کی بلاشبہ اس نے خدا کی نافرمانی کی، خدا کی طرف سے مخلوق کی جانب قصد کرنے میں ہماری طاعت کو سبقت حاصل ہے اور وہ یہ کہ ہمارے وسیلے کے بغیر وہ کسی کا عمل قبول نہیں کرتا، اور کسی پر رحم نہیں کرتا مگر ہمارے وسیلے سے، اور کسی کو بھی عذاب نہیں

دیتا مگر ہمارے وسیلے سے، پس ہم خدا کا دروازہ اور اس کی حجت ہیں، اور اس کی مخلوق پر اس کے امین ہیں اور اس کے راز کے محافظ ہیں اور اس کے علم کے امانتدار ہیں، جو ہمارا حق روکتا ہے وہ اپنے مال سے بے نصیب ہے۔

نیز ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپ نے مفضّل سے فرمایا:

اے مفضّل! ہمارے شیعوں کو بتا دو: خدا کے محرمات سے اجتناب کر کے، گناہوں سے بچ کر اور خدا کی رضامندی کی پیروی کر کے ہمارے داعی بنو، اسلئے کہ اگر وہ ایسے بن گئے تو لوگ ہماری جانب [آنے کے لئے] سعی کریں گے۔ اور آپ ہی سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) مفضّل بن عُمر وآپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، اسے امامؑ کے سامنے رکھ دی، آپؑ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ مفضّل نے کہا: اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، آپ کے غلاموں اور بندوں کی طرف سے "صلہ" یعنی ہدیہ ہے، آپؑ نے فرمایا: اے مفضّل! میں اسے قبول کرتا ہوں، اور خدا کی قسم، میرا اسے قبول کرنا کسی محتاجی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اسلئے قبول کرتا ہوں کہ اس کے ذریعے ان کا تزکیہ کروں، پھر آواز دی: اے جاریہ! خادمہ حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا: جو ٹوکری صبح کے وقت دی تھی وہ لے آؤ، خادمہ کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ایک ٹوکری لے آئی اور امامؑ کے سامنے رکھ دی، ٹوکری کے بیچ میں ایک ایسا گوہر تھا کہ اس جیسا میں نے ہرگز نہیں دیکھا تھا، چمک ایسی تھی کہ گویا آگ کا شعلہ ہے جس سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں، پس آپ نے فرمایا: اے مفضّل، آیا اس کی قیمت اتنی نہیں ہے جو آلِ محمدؑ کے لئے کافی ہو؟ [مفضّل کا کہنا ہے] میں نے عرض کیا: اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، بے شک خدا کی قسم، کافی ہے، بلکہ اس سے کم قیمت کا ہوتا تو بھی کافی تھا، پھر آپؑ نے اسے ڈھانک دیا اور خادمہ

کے حوالے کیا، پھر فرمایا: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: جس شخص [کے مال] پر ایک سال گزر جائے اور اس کے مال سے کم یا زیادہ یعنی کچھ نہ کچھ ہم تک نہ پہنچے اللہ عزّ وَجَلَّ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا، ہاں اگر وہ معاف کرے [تو بات اور ہے]۔ پھر فرمایا: اے مفضّل! بلاشبہ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمارے لئے ہمارے شیعوں پر فرض کیا ہے، جبکہ اس کا ارشاد ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (۳:۹۲)۔

ترجمہ:۔ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے جب تک کہ تم اس چیز میں سے (راہِ خدا میں) خرچ نہ کرو گے جس سے تم پیار کرتے ہو۔ پس ہم ہی اہلِ برّ و تقویٰ ہیں اور ہم ہی سُبُلِ ہدایت [ہدایت کے راستے] ہیں، پھر فرمایا: پس جو شخص ہمارے بھیدوں میں سے کسی بھید کو فاش کرتا ہے گویا وہ ہمارے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ پھر فرمایا: میں نے اپنے والد رضوان اللہ علیہ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ: جو شخص ہمارے راز کو فاش کرتا ہے، اس کے بعد اگر سونے کے پہاڑ لے کر بھی ہمارے پاس آئے وہ ہم سے دور تر ہی ہوگا۔

نیز ایک دن ابو عبد اللہؑ نے مفضّل سے کوفہ میں مقیم اپنے اصحاب کے بارے میں سوال کیا، مفضّل نے عرض کیا: وہ بہت تھوڑے ہیں، اس کی اطلاع کوفیوں کو ملی، جب مفضّل کوفہ آیا تو [کوفہ والے] اس کے پاس گئے، اس کے خلاف ہنگامہ کیا، اس کی تحقیر کی اور اسے ڈرایا دھمکایا، اس بات کی اطلاع ابو عبد اللہ کو ملی، جب مفضّل واپس آیا تو امامؑ نے ان سے کہا: یہ کیا خبر ہے جو ہمیں ملی ہے؟ [مفضّل نے] عرض کیا: میں آپ سے فدا ہو جاؤں، آپ کا مقصد وہ ہے جو [لوگوں نے] میرے خلاف کہا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، بلکہ اپنے خلاف کہا ہے، خدا کی قسم

وہ ہمارے شیعہ نہیں ہیں، اگر وہ ہمارے شیعہ ہوتے تو تمہاری بات سے مشتعل نہ ہوتے اور نہ اس سے ناراض ہوتے، خدا نے ہمارے شیعوں کی صفت وہ بیان نہیں کی ہے جس کے حامل وہ ہیں، جعفرؑ کا شیعہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے خالق کے لئے عمل کرتا ہے اور اپنے مولا کے بارے میں امیدوار رہتا ہے اور خدا سے کما حقّہ' ڈرتا ہے، یہاں تک کہ کثرتِ نماز کی وجہ سے کمان جیسا ہوتا ہے اور خوفِ خدا کی شدّت کی وجہ سے ایسا لگتا ہے جیسا کہ نقاہت کی حالت میں ہے، اور خشوع کی وجہ سے نابینا جیسا اور کثرتِ روزہ کی وجہ سے مریض کی طرح لاغر، اور طویل خاموشی کی وجہ سے گونگے کی مانند ہوتا ہے۔ یا کیا ان لوگوں کے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے نماز میں پوری رات گزاری ہو اور دن بھر روزہ رکھا ہو، یا خدا کے خوف اور اہلِ بیت کی جانب شوق کی وجہ سے دنیا کی لذّتوں اور اس کی نعمتوں سے اپنے نفس کو روکا ہو، وہ کس طرح ہمارے شیعہ ہو سکتے ہیں جبکہ ہمارے دشمن کے ساتھ ہمارے بارے میں ایسی مخاصمت کرتے ہیں کہ اس کی دشمنی میں اضافہ ہوتا ہے اور کتوں کی طرح کوں کوں کرتے ہیں اور کوے کی طرح لالچی ہیں پس اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ تمہارے خلاف شورش کریں گے تو میں تمہیں اپنے گھر جا کر دروازے کو بند کرنے اور عمر بھر ان میں سے کسی کا بھی منہ نہ دیکھنے کا حکم دیتا، تاہم اگر وہ توبہ کرتے ہوئے تمہارے پاس آئیں تو تم ان کی توبہ قبول کرلو، کیونکہ خدا نے ہم کو ایک ایسا خلیفہ بنایا ہے کہ ہم اس کے بندوں سے توبہ قبول کرتے ہیں۔

نیز ابو عبداللہؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے اپنے بعض صحابہ سے فرمایا: ہمارا راز چھپالو، اسے فاش مت کرو، جو ہمارے راز کو چھپالے گا اور اسے افشاء نہیں

کرے گا خدا ایسے شخص کو دنیا و آخرت میں عزّت دیگا، اور جو ہمارے راز کو فاش کریگا اور اسے نہیں چھپائیگا، خدا اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کریگا اور اس کی آنکھوں کی روشنی چھین لیگا، بے شک میرا والد رضوان اللہ علیہ وصلواتہ فرمایا کرتے تھے: کہ تقیہ میرے اور میرے آبا و اجداد کے دین کا حصّہ ہے، جو تقیہ نہیں کرتا اس کا دین نہیں، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ جس طرح علانیہ طور پر اس کی عبادت کی جاتی ہے اسی طرح پوشیدہ طور پر بھی اس کی عبادت کی جائے، جو ہمارے امر کو فاش کرتا ہے وہ اس کے منکر کی طرح ہے۔

نیز ابوعبداللہؑ سے روایت ہے کہ آپ کے شیعہ کی ایک جماعت آپ کے پاس جمع ہوئی اور اپنے بعض مسائل کا ذکر کیا اور ان سے نجات کا راستہ ڈھونڈا اور کہا: اے فرزندِ رسول اللہؐ! کب وہ دن دیکھیں گے؟ ابوعبداللہؑ نے فرمایا: جس چیز کی تمنّا کرتے ہو کیا وہ تمہیں خوش کریگی؟ انھوں نے کہا: خدا کی قسم ہاں، امامؑ نے فرمایا: کیا تم گھر بار اور دوستوں کو چھوڑنے، گھوڑے پر سوار ہونے اور اسلحہ اُٹھانے کے لئے تیار ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں، امامؑ نے فرمایا: اور دشمنوں کے ساتھ جنگ بھی کروگے؟ انھوں نے کہا: ہاں، امامؑ نے فرمایا: ہم نے تمہیں اس سے بھی ایک آسان کام کرنے کے لئے کہا تھا مگر تم نے اسے انجام نہیں دیا۔ تب وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص نے سوال کیا: میں آپ سے فدا ہو جاؤں، وہ کونسی چیز تھی؟ [امامؑ نے] فرمایا: ہم نے تم سے کہا تھا خاموشی اختیار کرو، پس اگر تم خاموشی اختیار کروگے تو ہم خوش ہوں گے اور اگر مخالفت کی تو ہمیں اذیّت پہنچے گی، پس تم نے [ہماری ہدایت پر] عمل نہیں کیا۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے کہ آپؑ نے بعض ایسے اصحاب سے جو آپ

کے پاس جمع ہوئے تھے اور آپؑ کے حضور میں اپنے بعض مسائل پر گفتگو کر رہے تھے فرمایا کہ: لوگوں سے اس طریقے سے بات کرو جس سے وہ واقف ہیں اس طریقے سے بات مت کرو جس سے وہ ناواقف ہیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خدا اور اس کے رسولؐ کو گالیاں دی جائیں؟ لوگوں نے کہا: خدا اور اس کے رسولؐ کو کس طرح گالیاں دی جائیں گی؟ آپؑ نے فرمایا: جب تم اس طریقے سے بات کرو گے جس سے وہ ناوقف ہیں تو وہ یہ کہیں گے کہ یوں کہنے والے پر خدا کی لعنت ہو، جبکہ کہنے والے [دراصل] خدا اور اس کا رسول ہیں۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے کہ آپؑ نے اپنے بعض شیعہ سے [خطاب کرتے ہوئے] فرمایا: بیشک تمہاری ان باتوں اور تمہارے ان کاموں سے جاہلوں کے دل دکھتے ہیں، پس جو سمجھنے والا ہے اس کے لئے اور بھی اضافہ کرو اور جو ناسمجھ ہے اسے چھوڑ دو۔ بیشک خدائے عزّ وجلّ نے ہمارا اور ہمارے شیعوں کا عہد اس دن لیا ہے جب اس نے پیغمبروں کا عہد لیا تھا، پس اس میں نہ کوئی کچھ اضافہ کرسکتا ہے اور نہ کوئی کچھ کمی کرسکتا ہے، اور اللہ اگر کسی بندے کے ساتھ نیکی کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی چوٹی پکڑ کر ہماری امامت کا معتقد بنا دیتا ہے، خواہ وہ اسے پسند کرے یا نہ کرے۔

نیز آپؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ عزّ وجلّ نے ایک گروہ کو ہمارے ساتھ دوستی کے لئے اور ایک گروہ کو ہمارے ساتھ دشمنی کے لئے پیدا کیا ہے، پس وہ لوگ جو ہماری دوستی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اگر اس حلقے سے نکل کر کسی اور کی طرف بھی جائیں تو اللہ تعالیٰ انھیں ان کی مرضی کے خلاف بھی واپس [ہماری امامت کی جانب] لاتا ہے۔ اور ایک گروہ کو ہمارے ساتھ بغض کے لئے

پیدا کیا ہے، وہ ہرگز ہمارے دوست نہیں بنیں گے۔

نیز ابوجعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: خدا کی رحمت اس بندے پر ہو جو ہم کو لوگوں کی نظر میں محبوب بناتا ہے، اور ان کے دلوں میں ہمارے بارے میں بغض پیدا نہیں کرتا، ہاں خدا کی قسم، اگر لوگ ہم سے وہی روایت کریں جو ہم کہتے ہیں اور اس میں تحریف نہ کریں اور اپنی مرضی کے مطابق اسے تبدیل نہ کریں تو کوئی شخص ان کے ساتھ کوئی چیز جوڑ نہیں سکتا، لیکن ایک شخص ایسا ہے جو ایک کلمہ سن لے تو اس میں دس باتوں کا اضافہ کرتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اس کی تشریح کرتا ہے۔ خدا کی رحمت اس شخص پر ہو جو ہمارے پوشیدہ اسرار سن لیتا ہے اور انہیں اپنے دل میں چھپا لیتا ہے۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم، خدا ہمارے دشمن اور ہمارے دوست کو سوائے اس دنیا کے کہیں بھی یکجا نہیں کریگا۔

نیز ابوعبداللہؑ سے روایت ہے آپؑ نے ایک آدمی سے جو کوفہ سے آپؑ کے پاس آیا تھا اپنے شیعوں کے بارے میں پوچھا، اس نے صورتحال سے آپؑ کو آگاہ کیا تو آپؑ نے فرمایا: ہمارے امر کی پابندی صرف تصدیق و قبول نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد نااہل سے ہمارے امر کو چھپانا اور اسے محفوظ رکھنا ہے، پس ان لوگوں کو سلام پہنچا دو اور بتا دو، خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو ہمکو اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں میں محبوب بناتا ہے، پس جس چیز سے وہ واقف ہیں اور انہیں پسند ہے اس کے بارے میں ان سے گفتگو کرتا ہے اور جس سے وہ ناواقف ہیں اور انہیں ناپسند ہے اسے ان سے چھپا لیتا ہے۔

آپ نے پھر فرمایا: خدا کی قسم، جو شخص ہمارے خلاف جنگ کرتا ہے وہ ہمارے لئے اتنا گران نہیں، جتنا کہ کوئی شخص ہمارے بارے میں ایسی باتیں کرتا

ہے جن کو ہم پسند نہیں کرتے ہیں۔ اور اگر وہ میری طرف سے وہی بات کرتے جو میں نے کی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا اور وہ میرے حقیقی دوست ہوتے۔

آپ ہی سے روایت ہے کہ ایک دن آپؑ اپنے بعض اصحاب کو وصیت کرتے تھے اور فرماتے تھے: خدا سے ڈرتے رہو اور جس کی صحبت میں رہو اس کے ساتھ اور جس کے پڑوس میں ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور امانتیں جن کی ہیں ان کی طرف لوٹا دو، لوگوں کو سُور کہہ کر مت پکارو اور اگر تم ہمارے شیعہ ہو تو وہی کہو جو ہم کہتے ہیں، ہمارے فرامین پر عمل کرو تا کہ ہمارے شیعہ بن جاؤ، اور ہمارے بارے میں ایسی باتیں نہ کرو جو ہم خود نہیں کرتے ہیں، ورنہ ہمارے شیعہ نہیں بن جاؤ گے، میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ ہمارے شیعوں میں سے ایک شخص کسی قبیلے میں تھا، وہاں کے تمام لوگوں کی امانتیں اور وصیتیں اس کے پاس ہوتی تھیں، یہی بات تمہارے لئے بھی ہے، تم بھی اس جیسے بنو۔

نیز ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب میں سے ایک کو جسے اپنے شیعوں کی ایک جماعت کی طرف بھیج رہے تھے وصیّت کی اور فرمایا: ہمارے شیعوں کو سلام پہنچا دو اور وصیّت کرو کہ خداوند بزرگ و برتر سے ڈرتے رہیں، ان میں سے جو امیر ہیں وہ غریبوں کی حاجت روائی کریں اور تندرست بیمار کی عیادت کرے، زندے مردوں کے جنازے میں شامل ہوں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر ملاقات کریں، اسلئے کہ ان کی آپس کی ملاقات ہمارے امر کو زندہ کرتی ہے، خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے اور بہترین طریقے سے اس پر عمل کرتا ہے، ان سے کہدو کہ عملِ صالح کے بغیر خدا کے نزدیک ہم ان کے کوئی کام نہیں آئیں گے، زہد و تقویٰ کے بغیر ہماری ولایت ہرگز حاصل نہیں

کر سکیں گے، قیامت کے دن سب سے زیادہ افسوس میں وہی شخص ہوگا جس نے کسی عمل کی تعریف تو کی مگر کیا کچھ اور۔

نیز ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ آپؑ نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو وصیت کی اور فرمایا: اپنے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کے لئے بناؤ، لوگوں [کو دکھانے] کے لئے نہیں، اسلئے کہ جو چیز خدا کے لئے ہے اس کا حقدار وہی ہے، اور جو چیز لوگوں کے لئے ہے وہ خدا کی جانب صعود نہیں کرتی، اپنے دین کے معاملے میں لوگوں کے ساتھ دشمنی مت کرو اسلئے کہ دشمنی دل کو بیمار کرتی ہے، باری تعالیٰ اپنے رسول سے خطاب فرماتا ہے: اِنَّکَ لَاتَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۔ ترجمہ: یقیناً تُو جس کو چاہے ہدایت نہیں کرسکتا، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے (۲۸:۵۶)۔

نیز فرمایا: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۔ ترجمہ: پس کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں (۱۰:۹۹)۔

لوگوں کو چھوڑ دو، لوگوں نے لوگوں سے سیکھا ہے، تم نے رسول اللہ، علیؑ اور ہم سے سیکھا ہے، میں نے اپنے والد رضوان اللہ علیہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب اس امر یعنی ولایت میں کسی بندے کا داخل ہونا قلمبند ہوتا ہے تو وہ اس پرندے سے بھی تیز تر ہماری طرف آتا ہے جو اپنے گھونسلے کی طرف پرواز کرتے ہوئے جاتا ہے۔

پھر فرمایا: تم میں سے جس نے تقویٰ کا راستہ اپنایا اور اپنی اصلاح کی وہ ہمارے اہلِ بیت میں سے ہے۔ کسی شخص نے سوال کیا: اے فرزندِ رسول اللہؐ! آپؑ میں سے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں، ہم میں سے ہے، کیا تم نے خدائے عزَّ وَجلَّ کا

یہ قول نہیں سنا ہے؟ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵:۵۱) ترجمہ: اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہیں میں سے ہو جائے گا۔ نیز ابراھیمؑ کا قول: فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ۔

ترجمہ: پس جس نے میری پیروی کرلی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے (۱۴:۳۶)۔

نیز آپؑ سے روایت ہے، آپؑ نے بعض شیعوں کو وصیت کی اور فرمایا: خدا کی قسم تم خدا اور اس کے فرشتوں کے دین پر ہو، پس اس معاملے میں تقویٰ اور اجتہاد کے ذریعے ہماری مدد کرو، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تمہارے سوا کسی کا عمل قبول نہیں کرتا، پس خدا سے ڈرو اور اپنی زبان کو روکو، اپنی مساجد میں نماز ادا کرو اور اپنے بیماروں کی عیادت کرو، اگر دوسرے لوگوں کی ایک اپنی خصوصیت ہے تو تم اپنی خصوصیت برقرار رکھو، خدا رحمت کرے اس شخص پر جو ہمارے امر کا احیاء کرتا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا، اے فرزندِ رسولِ خدا! تمہارے امر کے احیاء کا کیا مطلب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اہلِ علم، اہلِ دین اور اہلِ عقل کے پاس اس کا تذکرہ کرنا، پھر فرمایا: خدا کی قسم تم سب بہشت میں ہو، مگر کتنا بُرا ہوگا وہ شخص جو اہلِ بہشت میں سے ہوگا اور ان لوگوں کے درمیان ہوگا جو عملِ صالح انجام دیتے ہیں اور وہ ان کے درمیان اس حال میں ہوگا کہ [لباس علم وتقویٰ سے خالی ہونے کہ وجہ سے] بے پردہ اور بے ستر ہوگا۔ لوگوں نے سوال کیا، اے فرزندِ رسول اللہؐ! کیا ایسا ہونا بھی ممکن ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں، یہ وہ شخص ہے جو اپنے پیٹ، شرمگاہ اور زبان کی حفاظت نہیں کرتا ہے۔

آپؑ ہی سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: ہمارے دوستوں میں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جس کے دونوں پاؤں بیک وقت پھسل جائیں، جب اس کا ایک

قدم پھسل جاتا ہے تو دوسرے قدم پر تکیہ کرتا ہے یہاں تک کہ پھسلا ہوا قدم بھی واپس بحال ہوتا ہے۔

نیز ابو جعفرؑ سے روایت ہے، ایک آدمی نے آپؑ سے کسی ایسے شخص کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: اس نے اپنا ستر کھولا ہے، محرمات کا مرتکب ہوا ہے، واجبات کو حقیر سمجھا ہے یہاں تک کہ واجب نماز کو بھی ترک کیا ہے۔ امامؑ اس وقت تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، آپؑ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: سبحان اللہ، نمازِ واجب کو ترک کیا ہے! بے شک نمازِ واجب کو ترک کرنا خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

اور علیؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: جن مومنین کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے آزمایا ہے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں مگر یہ کہ اپنے دل میں ہمارے لئے محبت کے ساتھ صبح کرتا ہے اور وہ اپنے دل میں اس کا احساس کرتا ہے، اور جن لوگوں پر خدا نے غضب کیا ہے ان میں کوئی بندہ ایسا نہیں مگر یہ کہ وہ اپنے دل میں ہمارے لئے بغض کے ساتھ صبح کرتا ہے اور وہ اپنے دل میں اس کا احساس کرتا ہے، پس جو شخص ہمارے ساتھ دوستی کرتا ہے لازم ہے کہ اس کی محبت خالص ہمارے لئے ہو، جیسا کہ سونا خالص اور ملاوٹ سے پاک ہوتا ہے، اور جس کے دل میں ہمارے لئے بغض و کینہ ہے پس اس کا مرتبہ ہی وہی ہے، ہم نجیب و شریف ہیں اور ہمارا نسب انبیاء کا نسب ہے اور میں تمام اوصیاء کا وصی ہوں اور میرا تعلق خدا کے گروہ اور اس کے رسولؐ کے گروہ سے ہے اور باغی گروہ کا تعلق شیطان کے گروہ سے ہے اور شیطان ان سے ہے، پس جس نے ہمارے بارے میں شک کیا اور ہم سے جدا ہو کر ہمارے دشمن سے جاملا وہ ہم سے نہیں ہے۔ اور تم میں سے جو شخص جاننا چاہتا ہے کہ ہمارا دوست کون ہے اور دشمن کون ہے تو اس کے دل کو آزمانا چاہئے،

پس اگراس کے دل میں ہمارے دشمنوں میں سے ایک کی بھی دوستی ہے تو جان لے کہ خدا، اس کے ملائکہ، اس کے انبیاء، جبرائیل اور میکائیل اس کے دشمن ہیں۔ اور خدا کافروں کا دشمن ہے۔

اور ابو عبد اللہؑ سے روایت ہے، آپؑ نے اپنے بعض شیعوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ایک گروہ نے ایک طریقے کو پسند کیا اور دوسرے گروہ نے دوسرے طریقے کو، پھر آپؑ نے پانچ اصناف کا ذکر کیا۔ [اور فرمایا:] اور تم نے اپنے پیغمبر کے اہل بیت کے امر کو پسند کیا، پس یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ خدا سے ڈرو، سچ بولو، اور امانت ادا کرو اسلئے کہ جو کچھ خدا کے پاس ہے اسے اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

نیز ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے، آپ نے اپنے بعض شیعوں کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ہمارے شیعوں کی جماعت! سنو اور سمجھو! ہماری ان وصیتوں اور اس عہد کو جو ہم اپنے اولیاء سے لیتے ہیں، سچ بولو اور اپنی قسموں کو پورا کرو، دوستوں کے ساتھ بھی اور دشمنوں کے ساتھ بھی، اپنے مالوں سے ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اپنے دلوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مہر و محبت رکھو، اپنے فقیروں کو صدقہ دیا کرو، اپنے معاملات میں متحد رہو، کسی کے ساتھ بھی فریب اور خیانت نہ کرو، یقین کے بعد شک میں مبتلا مت ہو جاؤ اور قدم اُٹھانے کے بعد بزدلی کا مظاہرہ کر کے پسپا مت ہو جاؤ، تم میں سے کوئی بھی اہلِ مؤدت کو پسِ پشت مت ڈالو، غیروں کی مؤدت کی تمنّا مت کرو، تمہاری محبت غیروں کے لئے نہیں ہونی چاہیئے، تمہارا عمل صرف تمہارے پروردگار کے لئے ہونا چاہیئے، تمہارا ایمان اور تمہارا ہدف اپنے پیغمبر کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہونا چاہیئے، خداوند سے یاری

طلب کرو اور صبر سے کام لو: اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۔ ترجمہ: تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ بیشک زمین اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسکا وارِث بنا دیتا ہے اور انجام تو پرہیز گاروں ہی کے لئے ہے (۷:۱۲۸)۔

بے شک زمین کا مالک خدا ہے، وہ اپنے بندوں میں سے صالحین کو اس کا وارِث بناتا ہے پھر فرمایا: بے شک خدا کے اولیاء اور اس کے نبیؑ کے اولیاء ہمارے دوستدار ہیں، یہ وہ شخص ہے جب بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے، جب کوئی امانت اس کے پاس رکھی جاتی ہے تو اسے ادا کرتا ہے اور جب خدا کی راہ میں کوئی ذمّہ داری سپرد کی جاتی ہے تو قبول کرتا ہے، اگر کوئی لازمی چیز مانگی جاتی ہے تو دیدیتا ہے اور جب اسے حق کے ساتھ حکم دیا جاتا ہے تو اس پر عمل کرتا ہے، ہمارا شیعہ وہ ہے جس کے کان سے علم باہر نہیں نکلتا، ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہمارے عیب ڈھونڈنے والے کی تعریف نہیں کرتا، ہمارے بدخواہ کے ساتھ تعلق پیدا نہیں کرتا اور ہمارے دشمن کے ساتھ ہمنشین نہیں ہوتا، اگر کسی مومن سے ملے تو اس کی عزّت کرتا ہے۔ اور اگر کسی جاہل سے ملے تو اس سے الگ ہوتا ہے، ہمارے شیعہ کتّے کی طرح نہیں بھونکتے اور کوّے کی طرح طمع نہیں کرتے اور اگر بھوک سے مر بھی جائیں، اپنے بھائیوں کے سوا کسی سے نہیں مانگتے، ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہمارے اقوال بیان کرتا ہے اور ہماری خاطر اپنے دوستوں کی جدائی بھی برداشت کرتا ہے، ہماری محبت میں دُور کے لوگوں کو نزدیک سمجھتا ہے اور ہمارے ساتھ دشمنی کرنے والے قریب کے لوگوں کو دُور سمجھتا ہے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ

پر فدا ہو جاؤں، ایسے لوگ کہاں ملتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: پوری زمین کے اطراف میں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگیاں پُرسکون ہیں، آنکھیں پُرنُور ہیں، اگر سامنے ہوں تو پہچانے نہیں جاتے اور اگر غائب ہوں تو ڈھونڈے نہیں جاتے، اگر بیمار ہو جائیں تو کوئی ان کی عیادت نہیں کرتا اور اگر شادی کرنا چاہیں تو انہیں رشتہ نہیں دیا جاتا، اگر راستہ چلیں تو ہٹ کر چلتے ہیں "جب کوئی جاہل ان سے بات کرتا ہے تو اسے سلام پیش کرتے ہیں" (۲۵:۶۳) "اور راتیں اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ اور قیام کی حالت میں گزارتے ہیں" (۲۵:۶۴) [سائل نے] عرض کیا: اے فرزندِ رسولِ خدا! ان لوگوں کا کیا حال ہے جو زبان سے تو شیعہ ہیں مگر دل اس کے برعکس ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: ان کے لئے آزمائش کا ایک ایسا دَور آنے والا ہے جو انہیں تباہ کریگا اور کینہ اور اختلاف انہیں مار ڈالیگا۔ قسم اس پروردگار کی جس نے ملائکہ کے ذریعے ہماری مدد کی ہے، خدا انہیں ہلاک نہیں کرے گا مگر خود ان کے اپنے ہاتھوں سے، پس یہ تمہاری ذمّہ داری ہے کہ جب تم سے کوئی بات بیان کی جائے تو اس کا اقرار کرو اور جب دیکھو تو قبول کرو، دشمنی کو چھوڑ دو اسلئے کہ وہ تم کو دُور کرتی ہے، مرنے سے پہلے ہی قیامت دیکھنے سے بچو ورنہ تمہارا خون ضائع جائیگا اور مٹ جاؤ گے اور آنے والے تم کو بُرا بھلا کہیں گے اور دیکھنے والوں کے لئے سامانِ عبرت بن جاؤ گے، اور عمل کے لحاظ سے سب سے اچھا وہ ہے جو اہلِ دنیا [یعنی دنیا پرست لوگوں] سے الگ ہوتا ہے خواہ وہ اس کا باپ ہو یا بھائی، اور خدا کی رضا جوئی کی خاطر اپنے [دینی] بھائیوں سے دوستی کرتا ہے، ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں نصیحت کرتا ہے خواہ وہ کوئی حبشی اور زنگی ہی کیوں نہ ہو، ہر چند کہ کوئی بھی مومن قیامت کے دن روسیاہ اٹھایا نہیں جائیگا، بلکہ اس حالت میں لوٹائے جائیں گے جیسا کہ انہوں

نے جنّت کے پانی میں غسل کیا ہو اور انہیں دائمی نعمت عطا ہو گی، ملائکہ مقرّب کے ہمنشین ہوں گے اور انبیائے مرسل کے ہمراہ ہوں گے، خدا کی نظر میں اس بندے سے بڑھ کر کوئی بھی معزز نہیں جسے خدا کی راہ میں شہر بدر اور جلاوطن کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس حالت میں خدا سے جا ملتا ہے، ہمارے شیعہ روئے زمین پر منذر [یعنی ڈرانے والے] ہیں اور ڈھونڈنے والوں کے لئے چراغ، علامات اور نُور ہیں اور اللہ کی طاعت کرنے والوں کے لئے رہنما ہیں، ان لوگوں پر گواہ ہیں جو ان کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں یعنی ان کے دعویٰ کے مدعی ہیں، جو بھی ان کے پاس آتا ہے اسے سکون پہنچاتے ہیں، اپنے دوستوں پر لطف کرتے ہیں، بزرگ منش، پاک دامن اور رحمدل ہیں، تورات، انجیل اور قرآنِ عظیم میں ان کی یہی صفت بیان ہوئی ہے۔

ہمارے شیعہ کا عالِم شخص جب اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے، اولیاء اللہ کی اطاعت سے خوش ہوتا ہے، اپنے دشمن کے بارے میں کی جانے والی تدبیر دل میں مخفی رکھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو ان کے عیوب سے آگاہ ہوتا ہے اور دل کی بات ان پر ظاہر نہیں کرتا، اپنی آنکھوں سے ان کے بُرے اعمال کو دیکھتا ہے، اور اپنے کان سے ان کی بُرائیاں سنتا ہے، اور اپنی زبان سے ان کے خلاف دعوت کرتا ہے [اس صورت میں] ان کے دشمن اس کے دوستدار ہیں اور ان کے دوست اس کے دشمن ہیں۔ ایک آدمی نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں، پس اس شخص کا ثواب کیا ہے جس کی صفت آپ نے بیان کی، جب وہ رات بھر صبح تک چین میں ہوتا ہے اور دن رات تک آسودگی میں گزارتا ہے اور ہمیشہ محفوظ ہے، پس اس کا مرتبہ اور ثواب کیا ہے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا: آسمان

کواس پر سایہ کرنے کا حکم دیا جائیگا، زمین کواس کی عزّت کرنے کا حکم دیا جائیگا اور نُور کواس کا بُرہان ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ آدمی نے عرض کیا: پس دنیا میں اس کی صفت کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: اگر سوال کرے تو اسے دیا جاتا ہے، اگر دعا کرے تو قبول ہوتی ہے اگر طلب کرے تو پالیتا ہے اور اگر مظلوم کی مدد کرے تو وہ عزیز ہوتا ہے۔

اور ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے بعض شیعوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: لوگوں کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آوَ، ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو، ان کے بیماروں کی عیادت کرو، ان کے جنازوں میں شریک ہوجاوَ، اگر پیش امام اور موَذِن بن سکتے ہو تو بنو، جب تم ایسا کروگے تو لوگ کہیں گے: یہ فلان کے پیرَو ہیں، خدا فلان پر رحمت کرے وہ اپنے مریدوں کو کتنا اچھا ادب سکھاتا ہے۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے، آپؑ نے اپنے بعض شیعوں سے فرمایا: زہدو اجتہاد کو اپنا پیشہ بناوَ، سچ بولو، امانتیں ادا کرو، جس راستے پر تم ہو اس پر قائم رہو، جب تم میں سے کسی کی جان یہاں تک پہنچتی ہے تو وہ خوش حال ہوتا ہے۔ آپؑ نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

پھر فرمایا: اگر زندہ رہوگے تو وہ چیز دیکھوگے جس سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے گی، اگر وفات پا گئے تو خدا کی قسم ایسے اسلاف سے ملوگے جو تمہارے لئے بہترین اسلاف ہیں، ہاں خدا کی قسم تم خدا اور میرے آباواجداد کے دین پر ہو، خدا کی قسم آباواجداد سے میرا مطلب صرف محمد بن علیؑ اور علی بن حسینؑ نہیں بلکہ اس سے میری مراد ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ [بھی] ہیں، اسلئے کہ ان سب

کا دین ایک ہی ہے، پس خدا سے ڈرو اور زہد و تقویٰ سے ہماری مدد کرو، پس خدا کی قسم تمہارے سوا کسی کی نماز، زکوٰۃ اور حج قبول نہیں کی جائیگی، اور تمہارے سوا کوئی بھی مغفرت کا مستحق نہیں ہوگا، اور بلا شبہ ہمارا شیعہ وہی ہے جو ہماری متابعت کرتا ہے اور ہماری مخالفت نہیں کرتا، جب ہم خوف سے دو چار ہوتے ہیں تو وہ بھی ڈرتا ہے اور جب ہم امن سے ہوتے ہیں تو وہ بھی امن میں ہوتا ہے۔ وہی ہمارے شیعہ ہیں۔ بے شک شیطان لوگوں کے پاس آیا اور انھوں نے اس کی پیروی کی اور وہ ہمارے شیعوں کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی نافرمانی کی، پس اس نے لوگوں کو ان کے خلاف ورغلایا، یہی وجہ ہے لوگ انھیں اذیتیں پہنچاتے ہیں۔

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

ائمۂ آلِ محمّد صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی محبّت اور ان کی دوستی کی ترغیب کا بیان

اللہ عزَّ وَجلَّ کا ارشاد ہے: قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۴۲:۲۳)۔

اور ابوعبداللہ جعفر بن محمد صلواتُ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شیعوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو نابینا تھا۔ ان میں سے کسی نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولِ خدا! یہ شخص آپ سے محبت کرتا ہے اور آپ کا دوستدار ہے۔ آپؑ نے ایک غضبناک صورت میں اس کی طرف دیکھا، اور فرمایا: بہترین دوستی وہی ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے ہے اور اس کے علاوہ کسی کی محبت میں کوئی خیر نہیں، اور اپنے ہاتھ کو دو مرتبہ ہلایا۔

نیز فرمایا: انصار رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ ہم گمراہ تھے پس اللہ نے آپؐ کے ذریعے ہماری ہدایت کی، اور ہم غریب تھے آپؐ کے ذریعے اللہ نے ہمیں غنی بنایا، پس ہمارے مالوں سے آپؐ جو بھی چاہیں طلب فرمائیں، وہ آپؐ ہی کا ہوگا، پس اللہ عزَّ وَجلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۲۳:۴۲)۔

اس کے بعد ابوعبداللہؑ نے اپنا دستِ مبارک آسمان کی جانب اٹھالیا اور ایسے روئے کہ ریش مبارک تر ہوگئی اور فرمایا: تعریف ہے اس خدا کے لئے جس نے ہمیں یہ فضیلت دی۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے، آپؑ سے اللہ عزَّ وَجَلَّ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۲۳:۴۲)۔

آپؑ نے فرمایا: انصار رسول اللہؐ کے پاس جمع ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ ہمارے پاس اس وقت آئے جب ہم گمراہ تھے، پس اللہ نے تیرے ذریعے ہمیں ہدایت دی، اور ہم فقیر تھے پس اللہ نے تیرے ذریعے ہمیں غنی کیا، ہمارے اموال آپؐ کی خدمت میں حاضر ہیں، ان میں جو چاہیں لے لیں، پس اللہ عزَّ وَجَلَّ نے یہ آیت نازل کی: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۲۳:۴۲)۔

اور ابوجعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ آپؑ سے اللہ عزَّ وَجَلَّ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے

میرے اقربا سے محبت رکھو (۴۲:۲۳)۔

آپؑ نے فرمایا: وہ محمدؐ کے لئے ان کے اہلِ بیت کے حق میں خدا کی طرف سے بندوں پر ایک فریضہ ہے، اور امت اس آیت کی تاویل کے سلسلے میں چار فرقوں میں بٹ گئی ہے، ایک فرقہ اس تاویل کا قائل ہے جس کا ذکر ہم نے کیا کہ یہ آیت محمد رسول اللہؐ کے اہلِ بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے، اور ابنِ عباس سے روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ عزَّ وَجَلَّ نے یہ آیت نازل کی تو لوگوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہؐ وہ کون لوگ ہیں جن سے ہم محبت کریں؟ آپ نے فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ اور ان کی اولاد۔

ایک اور فرقے نے کہا: یہ درست ہے کہ آیت اہلِ بیتِ رسول اللہ کی مؤدت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مگر وہ اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے: قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَلَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو میں نے تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمھارے ہی لئے ہے، میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (۳۴:۴۷)۔

پس ان لوگوں نے اہلِ بیتِ رسولِ خدا کی مؤدت کا جسے خدائے عزَّ وَجَلَّ نے واجب کیا ہے انکار کیا ہے، حالانکہ ان کو رسول اللہؐ کے نزدیک اہلِ بیت کے فضل اور ان کے مقام کے بارے میں کوئی شک نہیں، اور انھوں نے ایک ایسے فریضے کو ساقط کر دیا جسے اللہ جَلَّ ذکرہ نے فرض کیا ہے اور اولیاء اللہ کے ساتھ اپنی عداوت اور بغض اور اللہ جَلَّ ذکرہ کی کتاب سے ناواقفیت کی وجہ سے ایک ایسی آیت کے حکم کو [ساقط کیا] جسے اس نے اپنی کتاب میں فرض قرار دیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۔ ترجمہ: (اے رسول)

کہد و میں نے تم سے جو اجر مانگا وہ تمہارے ہی لئے ہے (۴۷:۳۴)۔

یہاں دو حالتوں کے سوا چارہ نہیں، یا یہ آیت: **قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ**۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۲۳:۴۲) سے قبل نازل ہوئی ہے یا اس کے بعد۔ اگر یہ اس آیت سے قبل نازل ہوئی ہے تو اس کا ناسخ نہیں بن سکتی، اور اگر اس کے بعد نازل ہوئی ہے تو یہ اس آیت کے حکم کی مزید تاکید کرتی ہے اس میں شدّت پیدا کرتی ہے اور اسے ثابت کرتی ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول: **قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ**۔ ترجمہ: (اے رسول) کہد و میں نے تم سے جو اجر مانگا وہ تمہارے ہی لئے ہے (۴۷:۳۴) کے ظاہر میں کوئی ایسی بات نہیں جو سقوطِ اجر کا سبب بنے، بلکہ [اس آیت میں] انہیں آگاہ کیا ہے کہ یہ اجر خود ان کے لئے ہے، یعنی ان کے اہلِ بیت کی دوستی کے نتیجے میں انکو اجر اور صلہ دیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ اس حکم پر عمل کریں، ایسا نہیں ہے کہ وہ اجر رسول اللہ کے لئے ہو، اور یہ بات اس قدر واضح ہے کہ نادان کے سوا کسی پر بھی مخفی نہیں رہ سکتی، اور سوائے معاند کے کوئی بھی اسے رد نہیں کرتا، پس دونوں آیتیں برقرار ہیں، **بِحَمْدِ** اللہ ان میں نہ کوئی ناسخ ہے نہ کوئی منسوخ ہے، بلکہ ان میں سے ہر آیت دوسری آیت کی تاکید کرتی ہے اور اسے مضبوط بناتی ہے۔

تیسرے فرقے نے کہا: اللہ تعالیٰ کے قول: **قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ**۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۲۳:۴۲) سے مراد یہ ہے کہ یہ آیت تمام عربوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور ان کا یہ عقیدہ آلِ رسولؐ کے لئے

ان کے بغض کا نتیجہ ہے، انہوں نے یہ معنی لیا ہے کہ میرے قرابتداروں کے ذریعے میری دوستی کرو۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ: تمام عربوں کے گھروں میں رسول اللہ کا کوئی نہ کوئی قرابتدار ہے، اور ان کی اس تاویل کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ اہلِ بیتِ رسول اللہؐ کی فضیلت سے انکار کریں، اسلیئے وہ رسول اللہؐ کی قرابت کو تمام عربوں میں بانٹ دیتے ہیں، نیز یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے تمام عربوں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ آپؐ سے محبت کریں اس لئے کہ [ان کے بقول] سب عرب آپ کے قرابتدار ہیں۔ [سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ] اگر رسول اللہؐ نے یہ سوال مومنین سے کیا ہے تو وہ آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے آپؐ سے محبت کرتے ہیں، اور اس احسان کی وجہ سے آپؐ سے محبت کرتے ہیں جو اللہ نے ہدایت دے کر ان پر کیا ہے، اور اگر ان کے کہنے کے مطابق اس آیت کے مخاطب کفار ہیں تو آپؐ ان لوگوں سے کس طرح اجرِ رسالت کا مطالبہ کرتے ہیں جنہوں نے آپ کی تصدیق بھی نہیں کی ہے۔ انہوں نے [آیۂ مودت کو] تمام عربوں کے لئے مخصوص کر کے اپنی جہالت اور واضح بغض وعداوت کا ثبوت دیا ہے اور خدا کی کتاب میں تحریف اور اس کے کلام میں تغیر وتبدل کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ :قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى** ۔ ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لا چکے اور انہوں نے عملِ نیک کیئے۔ وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے لئے موجود ہوگا۔ یہ بہت بڑا فضل ہے۔ یہ وہی ہے جس کی اللہ

تعالیٰ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لا چکے اور انھوں نے عملِ نیک کیئے (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۴۲:۲۲-۲۳) فرمایا: اس آیت میں تمام مومنین سے خطاب ہے، اس میں عرب وعجم کے تمام مومنین شامل ہیں اور وہ تمام لوگ شامل ہیں جنہوں نے خدا اور اس کے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ پر ایمان لایا ہے، خدائے عزَّ وَجَلَّ نے ان پر لازم کیا ہے کہ اس کے رسول کے قرابتداروں سے محبت کریں، اور یہ اس شخص کے لئے واضح ہے جسے خدا نے سمجھنے کی توفیق دی ہے اور رشد وبصیرت کی جانب اس کی رہنمائی کی ہے۔

اور فرقہ چہارم کا کہنا ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کا ارشاد: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ ۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۴۲:۲۳) کا مطلب اللہ کی اطاعت کے ذریعے اس کی قربت کا حصول ہے، یہ معنی سب سے بعید از قیاس اور سب سے پیچیدہ تاویل ہے اور آیت کے ظاہر میں اس پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اور یہ تاویل حسن بصری سے مروی ہے اور آلِ محمدؑ کے لئے اس کی بدعقیدگی کے پیش نظر بعید نہیں ہے کہ اس نے [آیۂ مؤدت کی] ایک ایسی فاسد تشریح کی ہے، اور مودّۃ فی القربیٰ میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس امر کی دلیل ہو کہ "اَلْقُرْبىٰ" میں اللہ عزَّ وَجَلَّ کی قربت مراد ہو۔ اگر، جیسا کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ کے کلام کے اس محرّف نے کہا ہے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ "کہہ دیجئے میں اس پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا ماسوا یہ کہ خدا کی طاعت کے ذریعے اس کی قربت حاصل کرو" تو یہاں مؤدت کا ذکر کرنے کے کیا معنی ہیں؟ اگر اس کے وہی معنی ہیں جو اس نے

بیان کیے ہیں تو ''مؤدت'' اور ''اجر'' کا ذکر بے معنی ہوا۔ پس اس محرّف نے اللہ جَلَّ ذِکرَہ کے کلام کے لئے اپنی طرف سے ایک ایسی بات پیش کی ہے جس سے اللہ کے کلام میں تحریف پیدا ہو۔ اور وہ اس کے باوجود ابنِ عباس کا قول نقل کرتا ہے جس کا ذکر ہم نے قبل ازیں کیا، روایت کرتا ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ: قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ۔ ترجمہ: (اے رسول) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اسکے میرے اقربا سے محبت رکھو (۴۲:۲۳)۔ اور کہا: یا رسول اللہؐ، الْقُربیٰ کون ہیں جن کے ساتھ آپ کی خاطر محبت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ اور ان کی اولاد۔ پس رسول اللہؐ نے ٹھیک ٹھیک ان لوگوں کی نشاندہی کی ہے جن کی مؤدت کا اللہ جَلَّ ذکرہ نے حکم دیا ہے اور جو کچھ اللہ نے اُن پر نازل کیا ہے اسے بالکل اس طرح بیان کیا جس طرح بیان کرنے کا آپؐ کو حکم دیا ہے، اس حال میں کہ وہ بالکل واضح، آشکار، ظاہر اور معروف ہے تاکہ ہر وہ شخص اس کا دعویٰ نہ کرے جس کا رسول اللہ کے ساتھ کوئی رشتہ ہے۔ اگر آپؐ کے قرابتدار اس کا دعویٰ بھی کریں تو حقدار وہی ہوگا جو آپؐ سے قریب تر ہے مگر آپؐ کے اہلِ بیت کے سوا کسی نے بھی اس کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

اور یہ ابنِ عباس ہے جو رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے ساتھ قرابت کے باوجود ان کا اس [آیت] میں کوئی حصّہ نہیں، بلکہ یہ رسول اللہ کے بیان کے بموجب علیؑ اور ائمۂ طاہرینؑ کیلئے مخصوص ہے جو ان کی اولاد ہیں۔ پس اللہ عزَّ وَجَلَّ کے کلام کے اس محرِّف کا قول نہ کلامِ خدا کے ظاہر کے ساتھ موافق ہے نہ اس نے رسول اللہؐ کی اس وضاحت کی پیروی کی ہے جو آپؐ نے اپنی

ISW IS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

امت کیلئے کی ہے، بلکہ اُس نے خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے اور ان لوگوں کے ساتھ جن کی موٴدت کا اللہ نے حکم دیا ہے اپنے بغض کی بنا پر خدا اور رسولؐ کی مخالفت میں جسارت کر کے اپنی طرف سے ایک بات گھڑ لی ہے جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوا ہے۔ ہم گمراہی، سرگردانی اور جہالت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، اس نے جو کچھ کہا ہے وہ سب سے فاسد تاویل ہے چونکہ ہمارا ارادہ اس موضوع پر بحث کرنا نہیں ہے، اس لئے اپنا مطلب بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور اس سلسلے میں جو بھی ہم نے بیان کیا وہ انشاء اللہ کافی ہے۔

اور ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کیا تم کو ایک ایسی نیکی سے آگاہ کروں کہ جو بھی اسے انجام دے گا وہ قیامت کے دن بیتابی سے امان میں ہوگا؟ اور ایک ایسی برائی سے بھی کہ جو بھی اسے انجام دے گا خدا اسے منہ کے بل آگ میں ڈالے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہاں اے فرزندِ رسولِ خدا۔

امامؑ نے فرمایا وہ نیکی ہماری دوستی اور وہ بدی ہماری دشمنی ہے۔

نیز ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے کہ خراسان سے بعض لوگ آپ کے پاس آئے، آپؑ نے ان میں سے ایک شخص کی جانب دیکھا جس کے دونوں پاؤں پھٹ گئے تھے امامؑ نے فرمایا: کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کیا: اے فرزندِ رسول اللہ! سفر کی دوری کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، خدا کی قسم آپ اہلِ بیت کی محبت کے سوا مجھے کسی اور چیز نے اپنی سرزمین سے یہاں تک نہیں کھینچ لائی ہے۔ حضرتِ ابو جعفرؑ نے اس شخص سے فرمایا: تیرے لئے بشارت ہو، خدا کی قسم [قیامت کے دن] تیرا حشر ہمارے ساتھ ہوگا۔ اس شخص نے عرض کیا: اے فرزندِ رسول اللہ تمہارے ساتھ؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، ہر وہ بندہ جس کے دل میں ہماری محبت ہو خدا اس کا

حشر ہمارے ساتھ کرتا ہے، اور کیا دین محبت کے سوا کسی اور چیز کا نام ہے، اللہ عزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

ترجمہ: (اے رسول ان سے) کہدو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (پھر) تم کو اللہ (بھی) دوست رکھے گا۔ (۳:۳۱)۔

نیز جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ کو ہماری محبت کیلئے پیدا کیا ہے اور ایک گروہ کو ہمارے ساتھ بغض کیلئے، پس اگر وہ شخص جس کی ہمارے ساتھ دوستی ہے اپنی اس رائے سے کسی اور کی طرف مائل ہو تو اللہ تعالیٰ اسے واپس ہماری محبت کی طرف لاتا ہے۔

اور ابو جعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: جب تمہاری جان حلق تک پہنچ جائے گی تو اس وقت سب سے فائدہ مند چیز یہ ہے کہ علیؑ کے ساتھ تمہاری محبت ہو۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے کہ زیاد اسود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، امامؑ نے اس کے دونوں پاؤں کی طرف دیکھا جو پھٹ گئے تھے، ابو جعفرؑ نے اس سے کہا: اے زیاد کیا ہوا ہے؟ زیاد نے کہا: اے میرے مولا ایک کمزور شُتر بچہ (یعنی اونٹ کا بچہ) کے ساتھ عام راستے پر سفر پر روانہ ہوا اور زیادہ راستہ پیدل طے کیا، اسلئے کہ ایک بڑا اور طاقتور اونٹ خریدنے کے لئے میرے پاس پیسے نہیں تھے، جو کچھ میرے پاس تھا جمع کر کے یہ شُتر بچہ خریدا ہے، حضرت ابو جعفرؑ پر رقت طاری ہو گئی، یہاں تک کہ آنکھوں میں آنسو بھر گئے، پس زیاد نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: خدا مجھے آپ پر فدا کرے، خدا کی قسم میں بہت گنہگار ہوں، اپنی زبان پر اسراف کرنے والا ہوں، حد یہ ہے کہ کبھی کبھی کہتا ہوں کہ ہلاک ہو گیا ہوں، پھر

مجھے یاد آتا ہے کہ آپ کے ساتھ محبت ہے اور آپ اہلِ بیت کا دوستدار ہوں اور اس وسیلے کی بدولت مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔ تب ابو جعفرؑ نے پوری توجہ سے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: سبحان اللہ، کیا دین محبت کے سِوا کسی اور چیز کا نام ہے؟ بیشک اللہ تبارک وتعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس نے تمہارے دلوں میں اسے آراستہ کیا (۴۹:۷)۔ نیز ارشاد ہے: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔ ترجمہ: (اے رسول ان سے) کہدو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (پھر) تم کو اللہ (بھی) دوست رکھے گا (۳:۳۱)۔

مزید ارشاد ہے: یُحِبُّوۡنَ مَنۡ ھَاجَرَ اِلَیۡھِمۡ۔ ترجمہ: وہ ان سے محبت کرتے ہیں، جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے (۵۹:۹)۔

اس کے بعد ابو جعفرؑ نے فرمایا: ایک عرب بدوی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہؐ مجھے نماز پڑھنے والوں سے محبت ہے مگر خود نماز نہیں پڑھتا، روزہ داروں سے محبت ہے مگر خود روزہ نہیں رکھتا (ابو جعفرؑ نے ارشاد فرمایا: اس سے اعرابی کی مراد نفلی نماز اور روزہ تھی فرض نماز و روزہ نہیں) رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جن کو دوست رکھتے ہو، تب ابو جعفرؑ نے فرمایا: تم کیا چیز چاہتے ہو، خدا کی قسم اگر کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جو لوگوں کے لئے خوف وہراس کا سبب بنے تو تم میری پناہ میں ہی آؤ گے اور ہم اپنے نبیؐ کی پناہ میں جائیں گے، تم ہمارے ساتھ ہو، پس میں بشارت دیتا ہوں اور بارِ دیگر بشارت دیتا ہوں، قسم بخدا، خدا تم کو دوسروں کے ساتھ برابر نہیں کرتا ہے، نہیں خدا کی قسم، ان

کے لئے کوئی عزت نہیں۔

نیز ابو عبداللہؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: ہم، تم اور ہمارے پیروکاروں میں سے جب کوئی شخص اپنے گھر میں قرآن پڑھتا ہے تو وہ آسمان والوں کے لئے اسی طرح چمکتا ہے جس طرح زمین والوں کے لئے آسمان کا روشن ستارہ چمکتا ہے۔

نیز آپؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پاس کسی کے انتقال کا ذکر کیا اور کہا: اے فرزندِ رسول اللہ، خدا کی قسم آپ کے بارے میں نیک رائے رکھتا تھا اور آپؑ کے دوستداروں میں سے تھا۔ ابو عبداللہؑ نے فرمایا: کوئی بندہ ہمارا دوستدار نہیں ہوگا مگر یہ کہ وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہوگا، وہ ہمارے سایے میں سکون پائے گا اور ہماری منازل میں ہمارے ہمراہ ہوگا۔ قسم بخدا، کوئی بندہ ہمارا محبّ نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ خدا اس کے دل کو پاک کرتا ہے اور اس کے دل کو اس وقت تک پاک نہیں کرتا جب تک وہ ہمارے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا ہے، اور جب وہ ہمارے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن حساب کی بُرائی سے محفوظ رکھتا ہے اور عظیم خوف سے امان میں رکھتا ہے۔ بیشک جو لوگ امرِ امامت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ لوگ اس وقت شادمان ہوتے ہیں جب ان میں کسی کی جان یہاں پہنچ جاتی ہے (اور آپؑ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ فرمایا)۔

نیز آپؑ ہی سے روایت ہے کہ ایک دن آپؑ نے بعض شیعوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگوں نے ہماری شناخت حاصل کی اور لوگوں نے ہمارے لئے انکار کیا، تم لوگوں نے ہمارے ساتھ دوستی کی اور لوگوں نے ہمارے ساتھ دشمنی کی، تم

ہمارے ساتھ مل گئے اور لوگ ہم سے جدا ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کی رفاقت تمہارے لئے روزی بنائی اور اپنے حوضِ کوثر سے تم کو سیراب کیا۔

نیز ابوجعفرؑ سے روایت ہے، آپؑ کے حضور میں ابو ہریرہ شاعر کا ذکر ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: خدا اس پر رحمت کرے، پس ایک شخص نے جو وہاں موجود تھا شاعر کے بارے میں کچھ ایسی بات کہی جس کا مقصد شاعر کے بارے میں امام کو بدظن کرنا تھا۔[1] ابوجعفرؑ نے فرمایا: خدا اس پر رحمت کرے، افسوس ہو تجھ پر، کیا اللہ تعالیٰ کے لئے علیؑ کے شیعوں میں سے کسی کو معاف کرنا مشکل ہے۔

نیز ابوعبداللہؑ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری ولایت اور محبت پر قائم ہے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا خواہ اس کے سر پر صرف درخت کا سایہ اور اس کی خوراک صرف درخت کے پتے ہی کیوں نہ ہوں، لوگ دائیں بائیں ہو گئے ہیں اور تم ہمارے ساتھ ہو۔ اہلِ مجلس میں سے ایک نے عرض کیا: میں آپ سے فدا ہو جاؤں، ہم اس امید پر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمکو اور ان [عامہ] کو برابر نہیں کریگا۔ امامؑ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم، وہ کسی عزت کے لائق نہیں ہیں۔

---

[1] مصنفِ ہذا کی کتاب شرح الاخبار کے سولھویں جز میں میمون ایادی ابو جعفر محمد بن علیؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپؑ کے حضور میں ابو ہریرہ شاعر کا ذکر ہوا، امام نے فرمایا: خدا اس پر رحمت کرے۔ میمون کا کہنا ہے میں نے عرض کیا: وہ شراب پیتا تھا۔ امامؑ نے فرمایا: خدا اس پر رحمت کرے، افسوس ہو تجھ پر اے میمون کیا اللہ تعالیٰ کے لئے علیؑ کے شیعوں میں سے کسی کو معاف کرنا مشکل ہے۔

نیز آپؑ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے شیعوں کی ایک جماعت سے

مخاطب ہو کر فرمایا: تم وہی اہلِ عقل ہو جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ ترجمہ: سوائے اس کے نہیں ہے کہ عقل والے ہی (اس سے) نصیحت کرتے ہیں (۱۳: ۱۹)۔ پس خدا کی طرف سے بشارت ہو تم کو کہ: تم دو نیکیوں میں سے ایک پر ضرور رہو (۹: ۵۲) یا یہ کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھے گا یہاں تک کہ اس چیز کا مشاہدہ کرو گے جس کا تمہیں انتظار ہے، پس اللہ عزَّ وَجَلَّ تمہارے سینوں کو شفا بخشے گا اور تمہارے دلوں کے غصّے کو مٹائے گا، جیسا کہ خدائے عزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ۔ ترجمہ: اور مومنوں کے سینوں کو شفا دیگا اور اُنکے دلوں کے غصہ کو دُور کر دیگا (۹: ۱۴۔۱۵)۔ اور اگر اس چیز کا مشاہدہ کرنے سے قبل دنیا سے رحلت کرو گے تو تم خدا کے اس دین پر رحلت کرو گے جو اس نے اپنے نبیؐ کے لئے پسند فرمایا ہے اور تمہارا حشر بھی اسی دین پر ہو گا۔ پس خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں سے دوسری کوئی چیز قبول کرنے والا نہیں ماسوا اس دین کے جس پر تم ہو، اور جب تم میں سے کسی کی جان یہاں تک پہنچ جائیگی اور اس کے اور اس چیز کے درمیان جس سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچ جائیگی کوئی دوری نہیں ہے، پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا اور رو پڑے۔

نیز آپؑ سے روایت ہے کہ آپؑ اپنے شیعوں کی ایک جماعت کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: مجھے بتا دو کہ لوگوں کی نظر میں ان فرقوں میں سب سے بدحال فرقہ کونسا ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میں آپؑ سے قربان جاؤں، میرا خیال ہے کہ ان کی نظر میں سب سے بدحال ہم ہی ہیں۔ امامؑ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، آپؑ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خدا کی قسم، تم میں سے دو آدمی بھی دوزخ میں

نہیں ہیں، نہیں خدا کی قسم ایک شخص بھی [دوزخ میں] نہیں ہے۔ اور یہ آیت تمہارے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے: وَقَالُوْا مَالَنَا لَانَرٰی رِجَالاً کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ۔ ترجمہ: اور کہیں گے ہمیں کیا ہوا ہے ہم اُن آدمیوں کو [دوزخ میں] نہیں دیکھتے جنہیں ہم شریروں میں سے گنا کرتے تھے کیا ہم نے انہیں مسخرہ بنا رکھا تھا یا اُن سے آنکھیں پھر گئی ہیں (۳۸:۶۲۔۶۳)۔ پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے تم ان کی نظر میں کیوں بدحال ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں اے فرزندِ رسولِ خدا! آپ نے فرمایا: وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ابلیس کی اطاعت کی اور تم نے اس کی نافرمانی کی، پس اس نے ان کو تمہارے خلاف ورغلایا۔

نیز ابو جعفرؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: بیشک بہشت آلِ محمدؐ اور ان کے شیعوں کی آمد کا مشتاق ہے اور اس کے نُور میں دن بدن اضافہ ہوتا ہے، اور اگر کوئی بندہ رکن اور مقامِ ابراھیم کے درمیان اتنی عبادت کرے کہ اس کی رگیں ٹوٹ جائیں، لیکن ہم اہلِ بیت کی محبت وولایت اگر اس کے دل میں نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت قبول نہیں کریگا۔

نیز ابو عبد اللہؑ سے روایت ہے، ایک دن آپؑ نے اپنے بعض شیعوں سے فرمایا: تم نے ہماری دوستی اختیار کی اور لوگوں نے ہمارے ساتھ دشمنی کی، تم نے ہماری ولایت اختیار کی اور لوگوں نے ہم سے عداوت کی، تم نے ہماری تصدیق کی اور لوگوں نے ہماری تکذیب کی، تم ہم سے ملے اور لوگ ہم سے جدا ہو گئے، پس خدا نے تمہاری زندگی ہماری زندگی قرار دی اور تمہاری موت ہماری موت۔ ہاں خدا کی قسم جب تم میں سے کسی کی جان یہاں تک پہنچ جائے گی (اور اپنے ہاتھ سے حلق

کی طرف اشارہ کیا) تو اس وقت وہ اس چیز کو دیکھے گا جس سے اس کی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچ جائے گی۔ تم اس بات سے خوش نہیں ہوتے ہو تم بھی نماز پڑھتے ہو اور وہ بھی نماز پڑھتے ہیں، تمہاری نماز قبول کی جاتی ہے مگر ان کی نماز قبول نہیں کی جاتی ہے، تم بھی روزہ رکھتے ہو اور وہ بھی روزہ رکھتے ہیں، تمہارا روزہ قبول ہوتا ہے اور ان کا روزہ قبول نہیں ہوتا ہے۔ تم بھی حج کرتے ہو اور وہ بھی حج کرتے ہیں، تمہارا حج قبول ہوتا ہے اور ان کا قبول نہیں ہوتا ہے، خدا کی قسم نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور دوسرے تمام نیک اعمال تمہارے سوا کسی کے بھی مقبول نہیں ہوں گے، لوگ دائیں بائیں اور اِدھر اُدھر گئے ہیں اور تم نے وہاں سے حاصل کیا ہے جہاں سے رسول اللہؐ اور ان کے اولیاء نے حاصل کیا ہے۔ خدا نے اپنے بندوں میں سے محمدؐ اور ان کی آل کو پسند کیا ہے اور تم نے وہی پسند کیا ہے جو خدا نے پسند کیا ہے، پس اللہ سے ڈرو اور امانت ادا کرو خواہ سیاہ کی ہو یا سفید کی، خواہ وہ حروری[1]، شامی اور اموی ہی کیوں نہ ہو۔

نیز رسول اللہؐ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: صرف علیؑ کی جماعت ہی نجات یافتہ ہے۔ اور ابو جعفرؑ سے روایت ہے، آپؑ نے اپنے شیعوں کی ایک جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: بیشک جب تم میں سے کسی کی جان یہاں

---

[1] حروری حروریّہ کی واحد ہے جو ایک فرقے کا نام ہے جو نہروان کے مقام حروراء میں فروکش ہو کر جمع ہوئے تھے، امیر المومنینؑ نے ان سے جنگ کی اور ان میں سے دو ہزار آدمی واپس آئے۔ آپؑ نے فرمایا: میں تمہارا نام حروریّہ رکھتا ہوں اسلئے کہ تم حروراء میں جمع ہو گئے ہو۔

تک پہنچتی ہے (آپؑ نے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا) تو وہ خوش حال ہوتا ہے

اور موت کا فرشتہ اس کے پاس آکر کہتا ہے: تو جس چیز کا امیدوار تھا وہ تجھے مل جائے گی اور جس چیز سے ڈرتا تھا اس سے امان میں ہو۔ اس کے لئے اس کی منزل یعنی بہشت کی جانب ایک دروازہ کھلے گا اور اس سے کہا جائے گا: اپنے مقام یعنی بہشت کو دیکھ لو، وہ رسول اللہؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں، اور یہ تمہارے رفقاء ہیں۔

ابو جعفرؑ نے فرمایا: اور یہ اللہ عزَّ وَجلَّ کا ارشاد ہے: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ: ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں اُن کیلئے دُنیا کی زندگانی میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) خوشخبری ہے (۱۰: ۶۳۔۶۴)۔

نیز رسول اللہؐ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: جو ہم اہلِ بیت سے دشمنی کرے گا خدا قیامت کے دن اس کا حشر یہودی کی صورت میں کرائے گا۔ جابر بن عبد اللہ الانصاری نے کہا: یا رسول اللہؐ! شہادتین پڑھنے کے باوجود بھی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، شہادتین پڑھنے سے وہ صرف قتل ہونے سے بچ گیا ہے۔ اور بیشک میرے پروردگار نے علیؑ اور ان کے شیعوں کے بارے میں میرے ساتھ ایک خصلت کا وعدہ کیا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا: یا رسول اللہؐ وہ خصلت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان میں سے جس نے ایمان لایا اور تقویٰ کا راستہ اختیار کیا اس کے لئے مغفرت ہے، ہر چھوٹا بڑا گناہ ان کے لئے معاف کر دیگا، اور ان کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر دیگا۔

اور علیؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ کی محبت میں نیکوکار اور بدکار، مومن و کافر شریک ہیں، مگر میرے بارے میں یہ لکھا گیا ہے کہ کافر میرے

ساتھ دوستی نہیں کرتا ہے اور مومن میرے ساتھ دشمنی نہیں کرتا ہے۔

ابو جعفرؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ: ترجمہ: (اے رسول) کہد و کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیگا۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے (۳۹:۵۳)۔ آیا یہ آیت خاص ہے یا عام ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خاص ہے، یہ ہمارے شیعوں کے بارے میں ہے۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: قیامت کے دن ہمارے شیعہ اپنے عیوب اور گناہوں سمیت اپنی قبروں سے اُٹھیں گے اور وہ بازو والے اونٹوں پر سوار ہوں گے، ان کے جوتوں کے تسمے چمکدار نُور کے ہوں گے، ان کے لئے راستے آسان ہوں گے، ان سے مصائب دور ہو چکے ہوں گے، لوگ خوفزدہ ہوں گے مگر وہ ایسا نہیں ہوں گے، لوگ غم میں مبتلا ہوں گے مگر وہ ایسا نہیں ہوں گے، ان کو عرشِ الٰہی کے سایے میں لے جایا جائیگا جہاں ان کے سامنے دستر خوان بچھائے جائیں گے اور وہ اس میں کھاتے ہوں گے جبکہ لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے۔

اور ابو عبد اللہؑ سے روایت ہے، ایک دن آپؑ اپنے شیعوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ہم قیامت کے دن اپنے نبیؐ کا دامن پکڑے ہوں گے، اور تم ہمارا دامن پکڑے ہوں گے، پس تم کس طرف جانا پسند کرو گے؟ ان میں سے بعض نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو جنّت کی طرف، ابو عبد اللہؑ نے فرمایا: ہاں، قسم بخدا اگر

اللہ نے چاہا تو جنّت کی طرف۔

نیز آپؑ ہی سے روایت ہے کہ آپؑ نے ایک دن ابوبصیر سے فرمایا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، وہ بہت عمر رسیدہ ہو گیا تھا، آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکی تھی اور سینے میں سانس گھٹ رہا تھا، آپؑ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوبصیر سانس کو کیا ہوا ہے۔ ابوبصیر نے کہا: میں آپؑ سے فدا ہو جاؤں، عمر رسیدہ ہو چکا ہوں، آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہے اور موت قریب آ چکی ہے جبکہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا انجام کیا ہونے والا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اے ابومحمد کیا تُو ایسی باتیں کرتا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے نوجوانوں کو نوازتا ہے اور ان کے لئے عذاب سے درگزر کرتا ہے، اور درمیانی عمر کے لوگوں کے حساب سے شرماتا ہے اور عمر رسیدہ افراد کو عزّت بخشتا ہے۔ ابوبصیر نے کہا: اے فرزندِ رسول اللہ کیا یہ ہمارے لئے ہے؟ امامؑ نے فرمایا: ہاں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ ابوبصیر نے کہا: اے فرزندِ رسول اللہ، اللہ مجھے آپؑ پر فدا کرے، اور بھی بتا دو، امامؑ نے فرمایا: کیا تُو نے خدائے عزَّ وَجلَّ کا یہ قول نہیں سنا ہے: رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ: ترجمہ: ایسے لوگ جنہوں نے وہ عہد سچ کر دکھایا جو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا، پس ان میں سے کچھ وہ ہیں جنھوں نے نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو انتظار کرتے ہیں (۳۳:۲۳)۔ [ابوبصیر نے] کہا: ہاں [سنا ہے]، ابوعبداللہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم، اس سے تمہارے سوا اور کوئی مراد نہیں ہے تم لوگوں نے ہی اس عہد کو پورا کیا ہے جو خدا نے تم سے لیا ہے اور ہمارے بدلے دوسروں کو نہیں چنا ہے، اے ابومحمد کیا میں نے تمہیں خوش کیا؟ [ابوبصیر نے] کہا: ہاں، میں آپؑ سے فدا ہو جاؤں اور بھی بتا دو،

امامؑ نے فرمایا: لوگوں نے نیکی کو خیر باد کہا اور تم لوگوں نے بدی کو، لوگ فرقہ فرقہ بن گئے اور تقسیم در تقسیم ہو گئے اور تم لوگوں نے اپنے نبیؐ کے اہلِ بیت کا ساتھ دیا، پس مبارکبادی ہو تم لوگوں کے لئے، بارِ دیگر مبارکبادی ہو، خدا کی قسم، خدا کی رحمت تمہارے شاملِ حال ہے، تمہارے نیکوکار کا عمل قبول کیا جاتا ہے اور تمہارے گنہگار کو معاف کیا جاتا ہے، جس نے تمہارا راستہ اختیار نہیں کیا خدا اس کی کوئی توبہ اور فدیہ قبول نہیں کریگا اور اس کی کوئی نیکی قبول نہیں کریگا، نہ اس کا کوئی گناہ معاف ہوگا، اے ابو محمد کیا تم خوش ہو گئے؟ [ابوبصیر نے] کہا: کیوں نہیں، پس کچھ اور اضافہ فرما، میں آپؑ سے فدا ہو جاؤں، امامؑ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ میں سے بعض کو مؤکل بنایا ہے تاکہ وہ ہمارے شیعوں کے گناہوں کو جھاڑ دیں جیسا کہ پت جھڑ میں درختوں کے پتے گرتے ہیں، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ: ترجمہ: جو (فرشتے) عرش کو اٹھاتے ہیں۔ اور جو اس کے گرد ہیں اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ایمان لا چکے ہیں ان کے لئے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں (کہ) اے ہمارے پروردگار تُو نے رحمت اور علم میں ہر چیز کو گھیرا ہُوا ہے۔ پس تُو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی، اور تیرے راستہ کی پیروی کی (۴۰:۷)۔ خدا کی قسم فرشتوں کا یہ استغفار تمہارے لئے ہے نہ کہ سارے لوگوں کے لئے۔ اے ابو محمد! کیا تم خوش ہو گئے؟ [ابو محمد نے] کہا: ہاں، میں آپؑ سے فدا ہو جاؤں، مزید بتا دیجیے، امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارا ذکر کر

کے فرمایا ہے: رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً : ترجمہ: ایسے لوگ جنہوں نے وہ عہد سچ کر دکھایا جو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا پس ان میں سے کچھ وہ ہیں جنھوں نے نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو انتظار کرتے ہیں اور انھوں نے (اپنے عہد کو) ذرا بھی نہیں بدلا (۳۳:۲۳)۔ پس تم وہی لوگ ہو، جس چیز کا ہمارے ساتھ عہد کیا تھا اسے تم نے پورا کیا، اور ایک اور مقام پر تمھارا ذکر کر کے ارشاد فرمایا ہے: وَقَالُوْا مَالَنَا لَانَرٰى رِجَالاً كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيّاً اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ۔ ترجمہ: اور کہیں گے ہمیں کیا ہوا ہے، ہم اُن آدمیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم شریروں میں سے گنا کرتے تھے کیا ہم نے انہیں مسخرہ بنا رکھا تھا یا اُن سے آنکھیں پھر گئی ہیں (۳۸:۶۲۔۶۳)۔ پس خدا کی قسم تم ہی جنّت میں شادمان ہو، اور دوزخیوں کی طرف سے تمہیں التماس اور درخواست کی جاتی ہے، اے ابومحمّد! کیا میں نے تمہیں خوش کیا؟ [اس نے] کہا: ہاں، میں آپؑ سے فدا ہو جاؤں میرے لئے اور بھی بیان فرما۔ امامؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنی کتاب میں تمہارا تذکرہ کر کے فرمایا ہے: يَوْمَ لَا يُغْنِىْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئاً وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ: ترجمہ: جس دن کوئی دوست کسی دوست کی کچھ کفالت نہ کریگا۔ اور وہ مدد نہ دیئے جائیں گے۔ سوائے اسکے جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کر دیا (۴۴:۴۱۔۴۲)۔ اللہ تعالیٰ نے علیؑ، اس کے اہلِ بیت اور اس کے شیعوں کے سوا کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک اور مقام پر تمہارا تذکرہ کیا ہے، ارشاد ہے: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ : ترجمہ: تو وہ ان لوگوں کے

ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے کہ بعض نبیوں میں سے ہیں اور بعض صدیقوں میں سے اور بعض شہیدوں میں سے اور بعض صالحین میں سے (۴:۶۹)۔ پس یہاں نبیوں سے رسول اللہ مراد ہیں، ہم صدیقین اور شہداء ہیں اور تم صالحین ہو۔ اَے ابو محمد کیا میں نے تمہیں خوش کیا؟ [اس نے] کہا: ہاں، میں آپؑ سے قربان ہو جاؤں، میرے لئے مزید بیان فرما، امامؑ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارا ذکر کیا ہے، ارشاد ہے: قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ : ترجمہ: (اے رسول) کہدو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو (۳۹:۵۳)۔ خدا کی قسم یہاں تمہارے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہے۔ اے ابو محمد کیا میں نے تمہیں خوش کیا [اس نے] کہا: ہاں، میں آپ سے فدا ہو جاؤں، میرے لئے مزید بیان فرما، امامؑ نے فرمایا: اللہ نے اپنی کتاب میں تمہارا ذکر کیا ہے ارشاد ہے: قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ : ترجمہ: (اے رسول) کہدو کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے ہیں، برابر ہو سکتے ہیں۔ ماسوائے اسکے نہیں کہ اس سے صاحبانِ عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں (۳۹:۹)۔ پس خدا کی قسم تم ہی اولوالالباب ہو، اے ابو محمد کیا میں نے تمہیں خوش کیا [اس نے] کہا: ہاں، میں آپؑ سے فدا ہو جاؤں میرے لئے مزید بیان فرما۔ امامؑ نے فرمایا: اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ : ترجمہ: یقیناً (جو) میرے بندے (ہیں) اُن پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا (۱۵:۴۲، ۱۷:۶۵)۔ تم وہی بندے ہو جو یہاں مقصود ہیں، یا ابو محمد کیا میں نے تمہیں خوش کیا؟ [اس نے] کہا: ہاں، میں آپؑ سے فدا ہو جاؤں،

میرے لئے مزید بیان فرما۔ امامؑ نے فرمایا: ہر وہ آیت جو خدا کی کتاب میں بہشت کی ترغیب دلاتی ہے اور ذکرِ خیر کرتی ہے وہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے بارے میں ہے۔ اور ہر وہ آیت جو آگ سے ڈراتی ہے اور دوزخیوں کی یاد دلاتی ہے وہ ہمارے دشمن اور مخالفین کے بارے میں ہے۔ اس وقت آپؑ ابطح میں مقیم تھے، جب آپؑ نے سنا کہ لوگ حج کے لئے جا رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: شور وغوغا تو بہت ہے مگر حاجی بہت کم ہیں، [اے ابوبصیر] خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تم اور تمہارے ساتھیوں کے علاوہ کسی کا عمل قبول نہیں کریگا، اس کے بعد آپؑ اُٹھے اور اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے، اس قسم کی اور بھی بہت سی روایات ہیں، اگر ان سب کا ذکر کیا جائے تو بات طول پکڑے گی، ان میں سے جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ خدا اور اس کے اولیاء کی جانب سے مومنین کے لئے کافی ہے اور ابلاغِ پیغام اور خوشخبری ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

حصولِ علم کی ترغیب وتشویق اور طالبانِ علم کے فضائل کا بیان

اللہ عزَّ وَجلَّ کا ارشاد ہے: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ: ترجمہ: پس اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ الذّکر (آلِ محمدؐ) سے پوچھو (۱۶:۴۳، ۲۱:۷)۔ نیز جلَّ ثناؤہ کا ارشاد ہے: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ: ترجمہ: (اے رسول) کہدو کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے ہیں، برابر ہو سکتے ہیں۔ ماسوائے اسکے نہیں کہ اس سے صاحبانِ عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں (۳۹:۹)۔ اور تبارک اسماؤہ کا ارشاد ہے: بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ: ترجمہ: بلکہ وہ (قرآن) ان لوگوں کے سینوں میں واضح آیتیں ہیں جن کو علم عطا کیا گیا ہے (۲۹:۴۹)۔ اور عزَّ وَجلَّ کا ارشاد ہے: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے جو تم میں سے ایمان لائے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا، درجوں کو بلند کریگا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری پوری خبر رکھنے والا ہے (۵۸:۱۱)۔

اور ہم نے قبل ازین بیان کیا کہ اس آیت میں اور خدائے عزَّ وَجلَّ کی کتاب قرآنِ کریم کی دوسری آیات میں اس مفہوم میں جو بھی بیان ہوا ہے اس سے

اہلِ بیتِ رسول اللہ کے ائمۂ طاہرینؑ مراد ہیں۔ پس وہی اہلِ علم ہیں جن کے پاس اللہ نے علم بطورِ امانت رکھا ہے اور علم کے ذریعے انہیں برتری دی ہے اور اپنے نُورِ علم کے لئے ان ہی کو مخصوص کیا ہے اور ان کو علم کے محافظ، خزانہ دار، اس کے نگہبان، اس کی اشاعت پر مامور اور اس کا حق ادا کرنے والے قرار دیا ہے، اور امت کو حصولِ علم کے لئے صرف ان کی طرف رجوع کرنے اور جس مسئلے کا جواب معلوم نہ ہو اسے حل کرنے کے لئے ان کے پاس لے جانے کا حکم دیا ہے اور ان کے دوستوں کو ان کی ولایت کے ذریعے فضیلت دی ہے اور انہیں شرف بخشا ہے تا کہ وہ ان سے علم حاصل کریں اور ان کے امر کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور ان کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم قرار دیں۔ اس بارے میں بعض باتیں ہم نے گزشتہ باب میں بیان کی ہیں، اب ہم اس باب میں ان سے علم حاصل کرنے کی فضیلت اور ان کے امر سے علم کی اشاعت کرنے والوں کی فضیلت بیان کرینگے۔ ان روایات میں سے ایک یہ ہے کہ ائمہ صلواتُ اللہ علیہم نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ میری امّت کے تمام اہلِ عقل و دانش کے لئے چار چیزیں لازم ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ وہ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: علم کا سننا، اسے یاد رکھنا، اس پر عمل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا۔

نیز ائمہؑ نے آپؐ سے روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ بہت سے اہلِ علم ایسے ہیں جو فقیہہ نہیں، اور بہت سے فقہا ایسے ہیں جو ایک ایسے شخص کے محتاج ہیں جو ان سے زیادہ عالم ہے۔

نیز ائمہؑ نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ مسجدِ خیف میں لوگوں کو خطبہ دیتے تھے، اس کے بعد فرمایا: خدا رحمت کرے اس بندے پر جو میری بات سنتا

ہے، اسے یاد رکھتا ہے اور ان لوگوں تک پہنچا دیتا ہے جو نہیں سنتے ہیں، پس بہت سے حاملِ فقہ ایسے ہیں جو فقیہہ نہیں ہیں اور بہت سے ایسے حاملِ فقہ ہیں جو اپنے سے زیادہ عالم فقیہہ کے محتاج ہیں۔

اور علیؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان کی جانب دوڑنے میں سواریاں تھک ہار بھی جائیں پھر بھی کم ہے: بندہ خدا کے سوا کسی اور سے امید نہ رکھے، گناہ کے سوا کسی چیز سے نہ ڈرے، نادان علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ کرے اور دانا سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جو اسے معلوم نہ ہو تو یہ کہنے میں شرم محسوس نہ کرے کہ "میں نہیں جانتا"۔

اور ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا: علم حاصل کرو، اور اسے وقار اور حلیمی سے آراستہ کرو، اور اس شخص کے سامنے متواضع بنو جس سے تم علم حاصل کرتے ہو اور مغرور و جابر عالِم مت بنو، ورنہ تمہارا باطل تمہارے حق کو ضائع کریگا۔ نیز آپؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی جوان میرے پاس آئے جو ہمارے شیعہ میں سے ہو اور دانا نہ ہو تو میں بھلائی کے ساتھ اسے ادب سکھاؤں گا۔

نیز آپؑ نے اپنے والد سے علیؑ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کا مقام تمہارے درمیان نوحؑ کی کشتی کی مثال ہے، جو اس میں سوار ہوا اسے نجات ملی اور جس نے اس کی مخالفت کی وہ غرق ہوا۔ نیز فرمایا: عالِمِ اہلِ بیت سے سیکھو اور ان لوگوں سے سیکھو جنہوں نے میرے اہلِ بیت کے عالِم (امامِ زمانہ) سے سیکھا ہے تاکہ دوزخ سے نجات پاؤ گے۔

نیز ائمہؑ سے منقول ہے، آنحضورؐ نے فرمایا کہ زندگی میں کسی صاحبِ گفتار

دانا یا سامع ہشیار کے سوا کسی کے لئے راحت نہیں، اور دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتی ہیں، اسلام کی سمجھ اور چہرے پر نیکی کے آثار، اور فقہا جب تک دنیا پرست نہ بن جائیں پیغمبروں کے امین ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا، اے رسولِ خداؐ ان کے دنیا پرست بننے کے کیا معنی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: بادشاہ کی پیروی کرنا۔ پس جب وہ ایسا کرتے ہیں تو اپنے دین کے معاملات میں ان سے بچتے رہنا۔ یہاں سلطان سے آنحضورؐ کا مطلب سلطانِ اہلِ ظلم و جور ہے، مگر امامانِ عدل جو خدائے عزّ وجلّ کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو ان کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں یعنی جو ان کی ہدایت سے فیضیاب اور ان کے امر کے مطابق عمل کرنے والے ہیں ان کی پیروی، ان کی مدد اور ان کی رائے پر عمل کرنا نیکی اور فضیلت ہے، اور مسلمانوں میں کسی ایسے شخص سے میں واقف نہیں ہوں جس نے اس کی ممانعت کی ہو یا اس کا انکار کیا ہو، بلکہ اس کی ترغیب و تشویق دلائی ہے۔ پس جو کچھ ہم نے کہا وہ اس بات پر دلیل ہے کہ رسول اللہؐ کی مراد سلطانِ سرکش اور ظالم ہے اور وہ وہی شخص ہے جس کی پیروی سے خدائے عزّ وجلّ نے منع کیا ہے۔

نیز ائمہؑ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جسے خیر [عنایت کرنے] کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

اور ائمہؑ ہی سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: آئندہ نسلوں میں سے ہر عادل شخص [یعنی ائمہؑ] اس علم کا حامل ہوگا، وہ اس علم کو جاہلوں کی تحریف اور اہلِ باطل کی من گھڑت باتوں اور غلو کرنے والوں کی تاویلات سے پاک رکھیں گے۔

اور آنحضورؐ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا کہ: جب کوئی شخص علم کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے نیکیاں تحریر فرماتا ہے اور جب وہ

اور عالم باہم مل بیٹھتے ہیں اور امرِ خدا کی کسی چیز کے بارے میں باہم گفتگو کرتے ہیں تو فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور ان کے سروں کے اوپر سے آواز دی جاتی ہے کہ: بیشک میں نے تمہیں بخش دیا۔

اور ابو عبد اللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب کوئی مومن بندہ اپنے اہل و عیال کو علم اور صالحِ ادب وراثت میں دے جاتا ہے تو ان سب کو جنّت میں داخل کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے نہ کوئی چھوٹا باقی رہ جاتا ہے نہ بڑا، نہ کوئی خادم باقی رہ جاتا ہے نہ ہمسایہ، اور [اس کے برعکس] عاصی شخص اپنے اہل و عیال کو ادبِ فاسد وراثت میں دے جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان تمام کو جہنم پہنچا دیتا ہے اور اس سے نہ کوئی چھوٹا بچتا ہے نہ بڑا، نہ نوکر بچتا ہے نہ پڑوسی۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَاراً: ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے اپنے آپ کو اور خاندان والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔ (۶:۶۶) تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کس طرح اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچائیں؟ آپؐ نے فرمایا: نیک عمل کرو اور اپنے اہل و عیال کو اس کی تعلیم دو اور ان کی طاعتِ خدا کی تادیب کرو۔ اس کے بعد ابو عبد اللہ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے خطاب فرماتا ہے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا: ترجمہ: اور تُو اپنے اہل کو نماز کا حکم دیتا رہ اور اس پر قائم رہ (۲۰:۱۳۲)۔ نیز ارشاد ہے: وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلاً نَّبِیّاً وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ

عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیاًّ: ترجمہ: اور (اے رسول) تم کتاب میں اسماعیل کا تذکرہ کرو۔ یقیناً وہ وعدہ کا سچّا اور وہ ایک مرسل نبی تھا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز (پڑھنے) اور زکوٰۃ (دیتے رہنے) کا حکم کیا کرتا تھا اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھا (۱۹:۵۴-۵۵)۔ اور آپؑ ہی نے اپنے آبا واجداد کے ذریعے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سب سے پہلا علم خاموشی ہے، دوسرا سننا، تیسرا اس پر عمل کرنا اور چوتھا اس کی اشاعت کرنا۔

نیز آپؑ نے اپنے آبائے کرام کے ذریعے رسول اللہ سے روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا: کہ جس نے اپنی جوانی میں علم حاصل کیا وہ پتھر کی لکیر بن جاتا ہے اور جس نے بڑی عمر میں علم حاصل کیا وہ نقش بر آب بن جاتا ہے۔

نیز ائمہؑ نے آپؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے دنیا سے محبت کی اس کے دل سے آخرت کا خوف رخصت ہوا اور جس بندے کو اللہ نے علم عطا کیا اور اس کے باوجود اس کے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہوگئی تو اس پر اللہ کے غضب میں اضافہ ہوتا ہے۔

نیز ائمہؑ نے آنحضورؐ سے روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا: ایمان کا بہترین وزیر علم ہے اور علم کا سب سے بہترین وزیر حلم ہے اور حلم کا سب سے اچھا وزیر رواداری ہے اور رواداری کا سب سے اچھا وزیر نرمی ہے۔

نیز ائمہؑ نے آپؐ سے روایت کی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ عالم کی طرف سب سے کم توجہ کرنے والے اس کے اپنے بال بچے ہیں، پھر اس کے رشتہ دار ہیں، پھر اس کے ہمسایے ہیں، وہ کہتے ہیں وہ ہمارے پاس ہے جب چاہیں گے پوچھیں گے، حالانکہ عالم کی مثال پانی کے ایک ایسے چشمے کی مانند ہے جس کے پاس لوگ

آتے ہیں اور پانی حاصل کرتے ہیں، پھر اچانک چشمے کا پانی خشک ہوتا ہے اور لوگ پشیمان ہوتے ہیں۔

اور علیؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ: نو ایسی بُری چیزیں ہیں جو نو افراد میں پائی جاتی ہیں، ان میں ایک سے ایک بڑھکر بدتر ہیں، بادشاہوں کی تنگ دلی، دولت مندوں کی بخیلی، علماء کا جلدی غصہ ہو جانا، عمر رسیدہ لوگوں سے بچگانہ حرکتوں کا مظاہرہ، بزرگوں سے قطع تعلق، قاضیوں کا جھوٹ بولنا، بیماروں کے علاج میں حکیموں کی سستی، عورتوں کی فحش گوئی، قدرت رکھنے والوں کی طرف سے ہلکا پن کا مظاہرہ۔

اور آپؑ ہی سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ: ماسوا طالب علم کے چاپلوسی اور حسد مومن کا اخلاق نہیں ہے۔ اور آپ ہی سے روایت ہے کہ علم کے لئے جستجو کرنا ہر مسلم پر فرض ہے۔

اور ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ: لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ: اے میرے بیٹے علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ جس کے ذریعے علماء پر برتری حاصل کرو گے، یا نادانوں کے ساتھ بحث کرو گے، یا مجالس میں تیری عزّت میں اضافہ ہوگا، علم کی طرف بے توجہی اور جہالت کی طرف رغبت کی وجہ سے اسے ضائع نہ کرو۔ اے میرے بیٹے ہر مجلس کو کھلی آنکھ سے منتخب کرو، اگر کسی جماعت کو ذکرِ خدا میں مشغول دیکھو تو ان کی صحبت میں بیٹھ جاؤ، اسلئے کہ اگر تو دانا ہے تو تجھے اپنے علم سے فائدہ ملے گا اور تیرے علم میں اضافہ ہوگا، اور اگر نادان ہے تو وہ تجھے سکھائیں گے، شاید اللہ نے ان پر رحمت کیا ہو اور تجھے بھی اس میں شریک کریگا۔ اے میرے بیٹے، اگر کسی جماعت کو یادِ خدا سے غافل پاؤ گے تو ان

کے پاس مت ٹھہرو، اسلئے کہ اگر تو عالم ہے تو اپنے علم سے نفع نہیں ملے گا اور اگر تُو نادان ہے تو تیری نادانی میں اضافہ ہوگا، اور شاید اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک عذاب مقرر کیا ہو اور ان کے ساتھ تو بھی عذاب میں مبتلا ہوگا۔

اور محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابیطالبؑ سے روایت ہے[1] کہ بعض اصحاب نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ تمہارا صاحب [یعنی امامؑ] جوان ہے، اس کے پاس وہ فقہ [یعنی علم وفہم] موجود نہیں، آپؑ نے اپنا تازیانہ اٹھالیا اور فرمایا: میں اس بات سے خوش نہیں ہوں کہ امّت مجھے اس طرح گھیر لے جیسا کہ اس تازیانہ کا بند ہے، انھوں نے مجھ سے کب حلال وحرام کے بارے میں پوچھا اور میں اس کا جواب نہ دے سکا۔

---

[1] ایک اور نسخہ (C) میں عن محمد بن علی بن الحسین........... ہے [یادداشت فیضی]۔

اس امر کا بیان کہ علم کس سے حاصل کرنا واجب ہے اور کس سے دوری اختیار کرنی چاہیئے اور اس کی بات کو ردّ کرنا چاہیئے

ہم نے قبل ازین گزشتہ باب میں طلبِ علم کی ترغیب وتشویق کا ذکر کیا ہے، اب ہمارے لئے اس بات سے آگاہ کرنا لازم ہو گیا ہے کہ ہم اس علم کے بارے میں گفتگو کریں جس کی جانب اشارہ کیا اور اس کی ترغیب دلائی اور ان علماء کے بارے میں بھی جن کی فضیلت ہم نے بیان کی اور یہ بھی معلوم کیا کہ علم ان ہی سے حاصل کرنا چاہیئے، ہر چند کہ ان کے بارے میں قبل ازین بھی گفتگو ہوئی ہے۔ اب ہم بتا دیں گے کہ کس کے قول کو رد کرنا چاہیئے اور اسے رد کرنے کی وجہ کیا ہے اور ان کا قول فاسد ہونے کی کیا دلیل ہے۔

پس ہمارا کہنا ہے کہ اس علم کو قبول کرنا چاہیئے، اسے سیکھنا چاہیئے اور اسے نقل کرنا چاہیئے جو ائمۂ آلِ محمدؑ کی جانب سے پہنچا ہے، وہ علم نہیں جو علم کی طرف منسوب ہونے والے عام محدثین سے اخذ کیا جاتا ہے جو بدعتی ہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھلونا بنایا ہے، اور دنیوی زندگی نے انہیں فریب دیا ہے اور اس کی ریاست اور جاہ و مال پر قانع ہوئے ہیں، اور اس مقام پر بیٹھ گئے ہیں جو ان کا مقام نہیں، اور اس گھاٹ پر وارد ہوئے ہیں جو ان کا نہیں، امر [ولایت] میں اس کے

حقدار کے ساتھ تنازعہ کیا اور ان کی طرف رجوع کرنے سے سرتابی کی، تاکہ ان سے پوچھ لیتے جیسا کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ نے نہ جاننے کی صورت میں ان سے پوچھنے کا حکم دیا ہے، اور ان کے امر کو سن لیتے اور ان کے مطیع بن جاتے، مگر انھوں نے خدائے عزَّ وَجَلَّ کے دین میں رائے زنی کی اور اس میں قیاس آرائی کی اور امّت کے جاہل اور کمینہ لوگ ان کے مطیع بن گئے اور ان کی بدعتوں کی تقلید کی تاکہ ان کے بعد وہ بھی اس ریاست تک پہنچ جائیں جس تک وہ پہنچے ہیں۔ اور ان کے ائمّہ جس قدر جہالت میں ڈوب گئے انہوں نے اسے ان کا فضل سمجھا۔

اور اس کا ایک نمونہ یہ روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے ایک دفعہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: اے لوگو! عورتوں کی مہر میں مبالغہ نہ کرو، اسلئے کہ اگر اس سے دنیا میں عزّت بڑھ جاتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ شمار ہوتا تو تم سے پہلے رسول اللہؐ اس کے زیادہ اہل تھے، جبکہ انہوں نے اپنی بیویوں میں سے کسی کو بھی بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر ادا نہیں کی ہے۔ اس پر آخری صف سے ایک خاتون اٹھ کھڑی ہوگئی اور کہا: اے امیر المومنین! اللہ عزَّ وَجَلَّ نے جو حق ہمیں دیا ہے وہ ہم سے کیوں چھین لیتے ہو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا: ترجمہ: اور تم نے اُن میں سے ایک کو بہت مال دیا ہو تو اس میں سے کچھ نہ لینا (۴:۲۰)۔ پس [حضرت] عمرؓ خاموش ہوئے اور اس عورت کو جواب نہ دے سکے۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: سنتے ہو میری بات، میں نے تم لوگوں سے ایک بات کہی جس کی تم نے تو تردید نہیں کی مگر ایک عورت نے اس کی تردید کی، حالانکہ وہ سب عورتوں سے دانا بھی نہیں ہے۔ عوام الناس کے نزدیک یہ بات حضرت عمر کی فضیلت شمار ہوتی ہے۔ اب یہ لوگ اس شخص کو کس طرح رسول اللہ کا جانشین سمجھتے

ہیں جسے اتنی سی چھوٹی بات بھی معلوم نہیں، یہاں تک کہ ایک خاتون ان کے قول کو رد کرتی ہے، حالانکہ وہ تمام عورتوں سے دانا بھی نہیں، یا وہ ان [عمرؓ] سے زیادہ حق بات سے واقف ہے۔

ایک اور خطبے میں انہوں نے کہا: ابو بکرؓ کی بیعت [بغیر سوچے سمجھے] جلد بازی میں ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بچائے، پس اگر کسی نے اس عمل کو دھرایا تو اسے قتل کرو، پس اس قول کے بموجب خود ان کو اور ان تمام لوگوں کو بھی قتل کرنا واجب ہے جنہوں نے ان کے ہمراہ ابو بکرؓ کی بیعت کی ہے اور اسے لوگوں پر تھوپ دیا ہے۔ اور لوگوں پر یہ بھی واجب کیا کہ وہ انہیں [خلافت سے] الگ کریں، اسلئے کہ وہ ابو بکرؓ کا جانشین بن کر اس منصب پر براجمان ہوئے ہیں نہ کہ لوگوں کی رائے سے، بلکہ لوگ ابو بکرؓ کے پاس گئے اور کہا: تجھے اللہ کی قسم دلاتے ہیں ہم پر ایک سخت اور سنگ دل شخص کو مقرر نہ کر۔ ابو بکرؓ نے کہا: کیا خدا کا نام لیکر مجھے ڈراتے ہو، سنو جب خدا سے ملوں گا تو بتا دونگا کہ میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو ان پر حاکم مقرر کیا ہے۔ مگر انھوں [علمائے عامہ] نے عمرؓ اور ابو بکرؓ کے اس فعل کو ناپسند نہیں کیا ہے، بلکہ اسے ان دونوں کے مناقب اور فضائل میں شمار کیا ہے۔

نیز انہوں نے روایت کی ہے کہ ابو بکرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے کہا: میں تمہارا حاکم بن گیا ہوں، جبکہ میں تم سے بہتر بھی نہیں ہوں، پس اگر مجھ سے نادانی سرزد ہوئی تو تم مجھے راہِ راست پر لاؤ۔ اسے بھی انھوں [علمائے عامہ] نے ابو بکرؓ کے فضائل میں شمار کیا ہے۔

نیز انہوں نے روایت کی ہے کہ عمرؓ ایک ایسی عورت پر حد جاری کرنا

چاہتے تھے جس کے بطن سے چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تھا۔علیؑ نے ان سے کہا: یہ بچہ اس عورت کے شوہر سے ہے، اس عورت پر حد جاری نہیں ہوتا، عمرؓ نے کہا: اے ابوالحسن، کس دلیل کی بنیاد پر کہتے ہو؟ علیؑ نے کہا: خدائے عزَّ وَجَلَّ کی کتاب سے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا: ترجمہ: اور اس کا حمل اور دودھ چھڑائی تیس مہینے ہے (۴۶:۱۵)۔ نیز ارشاد ہے: وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ: ترجمہ: اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں گی (۲:۲۳۳)۔ پس حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ مقرر ہوئی۔ پس عمرؓ نے عورت کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور بچے کو اس کے باپ سے منسوب کیا اور کہا: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوا تھا۔ اس میں بھی ان کو عمرؓ کی کوئی خامی نظر نہیں آتی ہے بلکہ اسے ان کی فضیلت شمار کرتے ہیں۔

نیز عمرؓ نے ایک حاملہ عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا، علیؑ نے ان سے کہا: جو اس کے پیٹ میں ہے اس کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟ عمرؓ نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ عوام میں ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ یہ بات ان سے معاذ نے کہی تھی تو اس وقت بھی عمرؓ نے کہا تھا: اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اگر ایسی حرکتیں کسی کوتوال سے سرزد ہو جائیں تو لوگ اس کے خلاف ہنگامہ کرینگے اور اسے معزول کریں گے، پس کیا وجہ ہے، جو شخص رسول اللہ کا قائم مقام بنا ہے اور مسلمانوں کی امامت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اتنا بھی نہیں جانتا ہے اور خود اپنی نادانی کا اقرار کرتا ہے، اور عامہ اسے ان کا تواضع اور فضل شمار کرتے ہیں، جبکہ تواضع کا ایک اپنا مقام ہوتا ہے وہاں صاحبِ تواضع لائقِ ستائش ہوتا ہے۔ اگر ان کے ائمہ کے بارے میں اس قسم کی تمام مثالیں جمع کرینگے تو وہ اس کتاب کی گنجائش سے

باہر ہوگی۔

لوگ عثمانؓ کے سامنے جمع ہو گئے جن میں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی تھے اور ان کی بدعتوں کو ایک ایک کر کے گِنا جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ مگر عامہ ان کی پرواہ ہی نہیں کرتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک ایک ایسا امام ہے جس کا قول قابلِ قبول ہے۔

اور معاویہ کی بات بھی ان کے نزدیک قابلِ قبول ہے، حالانکہ خود ان میں سے اکثر کے نزدیک وہ ضلالت پر ہے اور باغیوں میں سے ہے، اسی طرح مروان بن حکم، عمرو بن عاص اور ان جیسے لوگوں سے حدیث نقل کرتے ہیں، اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بزعم ان کے رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے، حالانکہ رسول اللہؐ نے یوں فرمایا ہے کہ: میرے اہلِ بیت میں سے ہونے والے ائمہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور اگر بقول عامہ آنحضورؐ نے "میرے اصحاب" فرمایا ہے اور اصحاب بزعم ان کے وہ ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے اور آپؐ کی صحبت میں رہے ہیں تو اس قول کے بموجب ان سب کا قتل لازم آتا ہے اسلیئے کہ آپؐ کے بعد وہ سب آپس میں لڑ پڑے اور ایک دوسرے سے اختلاف کیا اور بعض نے بعض کو قتل کیا، اور بقول عامہ اگر کوئی مقتدی ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرے تو اس کے لئے اس گروہ کا قتل جائز ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ صحابی جنگ کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر اس کا نظریہ بدل گیا اور کسی اور صحابی کی اقتدا کی جو کسی اور گروہ کا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ گروہِ اوّل یعنی اس گروہ کو قتل کرے جس میں پہلے وہ خود تھا۔ اور خدائے عزَّ وَجلَّ اور اس کے رسولؐ نے ہرگز

یہ حکم نہیں دیا ہے کہ ہم کسی ایسی جماعت کی اقتدا کریں جنکے آپس میں اختلاف ہے، اور مقتدی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کی اقتدا کی جائے، اس قول کی خرابی بالکل واضح ہے، اور اس کی یہ واضح غلطی ہمیں اس بات سے بے نیاز کرتی ہے کہ اس کے قائل کی تردید کے لئے کوئی دلیل پیش کریں۔

نیز ان کی نظر میں اس کے بعد فتویٰ کا حق صرف ابو حنیفہ، مالک اور شافعی کو پہنچتا ہے، اور یہ ان کے وہ اکابرین ہیں جن سے انہوں نے سیکھا ہے، ان کے لئے کتابیں لکھی ہیں اور دفاتر مرتب کئے ہیں اور ان کے مخالفین کی تردید میں دلیلیں پیش کی ہیں۔

جہاں تک ابو حنیفہ کا سوال ہے، ان کے احباب میں سے دو افراد یعنی ابو یوسف القاضی یعقوب بن ابراہیم اور حسن بن زیاد لؤلؤی نے جو عامہ کے نزدیک بلند پایہ راویوں میں شمار ہوتے ہیں ان سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ: ابو حنیفہ نے کہا: ہمارا یہ علم رائے ہے اور یہی سب سے بہتر چیز ہے جو ہماری بس میں ہے۔ پس جو شخص ہمارے لئے اس سے کوئی بہتر [علم] لائیگا ہم اسے قبول کریں گے۔

رہے مالک، ان سے ان کے دوست اشہب بن عبد العزیز نے جو عامہ کے نزدیک ان کے بلند پایہ اصحاب میں سے شمار ہوتا ہے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ: ایک دن میں مالک کے پاس تھا، ان سے طلاق کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے کہا: طلاق تین مرتبہ ہے، میں نے قلم دوات اٹھالیا تا کہ ان کا یہ قول لکھ دوں، مالک نے کہا: کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا: جو کچھ آپ نے کہا اسے لکھ دیتا ہوں، مالک نے کہا: ایسا نہ کرو، ہوسکتا ہے شام کو میں یہ کہوں کہ طلاق ایک مرتبہ ہے۔

جہاں تک شافعی کا سوال ہے، ان کے ساتھیوں نے ان سے روایت کی ہے کہ انھوں نے خود ان کی اور ان جیسے دوسرے مفتیوں کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے۔

ان میں اور ان کے اسلاف میں کوئی شخص ایسا نہیں گزرا ہے جس نے اپنے قول سے رجوع کر کے کچھ اور نہ کہا ہو، یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی ہے، اور یہی خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ان بہت سے نظریات سے پھر جاتا جن پر مرتے وقت وہ قائم تھا، مگر جاہل عوام پھر بھی ان کا دامن پکڑے ہوئے ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہیں، اور کوئی اس بات پر تیار نہیں کہ ایک دفعہ قبول کرنے کے بعد ان کے قول سے پھر جائے، بلکہ اس کے مخالفین کو گمراہ سمجھتے ہیں، اور ہم نے ان کی جن نادانیوں کا ذکر کیا انہیں ان کے فضائل شمار کرتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں ان کے لئے باعثِ شرم وعیب ہیں، حد یہ ہے کہ خواہ وہ ان کے عیوب سے آگاہ بھی کیوں نہ ہوں [پھر بھی ان کی تقلید سے باز نہیں آتے ہیں]۔

یہ لوگ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خوارج کی رائے کے قائل تھے، ان سے خوارج کے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے کہا: کسی ایسی قوم کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے جو ہم سے قریب ہوئے ہیں اور انہوں نے ہمارے ساتھ انصاف کا سلوک کیا ہے۔

اور شافعی وہ ہے جن سے روایتیں بیان ہوئی ہیں اور عوام کے نزدیک وہ بلند مقام کے مالک اور صاحبِ معرفت وتمیز ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مالک کے لئے جائز نہیں کہ وہ فتویٰ دے۔

اور جب شافعی اور ان کے ہم مذہبوں نے اپنی نظر میں ان باتوں سے

احتیاط برتی جن کا فساد ہم نے اوپر بیان کیا، یعنی اس شخص کی تقلید سے محفوظ رہے جس کی تقلید اللہ نے واجب نہیں کی ہے تو وہ اس سے بھی ایک بڑی بُرائی میں پھنس گئے اور پھر اس سے نہ نکل سکے اور انھوں نے یہ کہا کہ ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے ہیں مگر ہر قائل کے قول سے اس چیز کو لے لیتے ہیں جو ثابت ہے اور اس چیز کو چھوڑ دیتے ہیں جو فاسد ہے۔ اور جس سے انھوں نے لیا ہے اس میں تقلید نہ بھی کی ہے تب بھی وہ تقلید کے دائرے سے باہر نہیں ہیں، اور جس شخص کے اقوال میں سے بعض فاسد ہوں دوسروں پر اس کی باتیں قبول کرنا واجب نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ اس کی کچھ بھی تقلید نہیں کرتے ہیں اور صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کے قول سے صرف وہی قول قبول کرتے ہیں جو ثابت ہے تو انھوں نے اپنے نفس کی تقلید کی، اور دوسروں پر واجب ہے کہ ان سے کچھ بھی نہ لیں جیسا کہ انھوں نے خود ہی تقلید نہ کرنا واجب کیا ہے اور ان کا تمام تر اعتماد ان کی اپنی خواہشات پر ہے، اور اگر اس راہ میں اتنی وسعت اور کشادگی ہوتی تو یہ وسعت انبیاء اللہ کو حاصل ہوتی، اللہ عزَّ وَجَلَّ کا اپنے رسول محمدؐ کے بارے میں ارشاد ہے: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، یہ نہیں ہے مگر وحی جو اس کی طرف کی جاتی ہے (۵۳: ۳۔۴)۔ اور داوٗدؑ سے خطاب کر کے فرمایا: وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ: ترجمہ: اور خواہش کی پیروی نہ کر پھر وہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے بھٹکا دیگی (۳۸: ۲۶)۔ نیز عزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ: ترجمہ: (اے رسولؐ) کیا تُو نے اُسے دیکھا جس نے اپنی خواہشوں کو ہی معبود اختیار کر لیا۔ (۲۵: ۴۳، ۴۵: ۲۳)۔ بلاشبہ اللہ عزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسولؐ نے اتباع کا حکم دیا ہے۔ ہر شخص کو یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ اپنی رائے،

اپنی پسند اور اپنی نفسانی خواہش پر اعتماد کرے۔

اللہ عزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: وَاتَّبِعُوٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ : ترجمہ: اور اس بہترین (قرآن) کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا (۳۹:۵۵)۔ اور رسول اللہؐ نے فرمایا: پیروی کرو بدعت نہ کرو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہ جہنم میں ہے۔ پس آپؐ نے واضح کیا ہے کہ جو شخص پیروی نہیں کرتا ہے وہ بدعت گزار ہے، اور ہم نے قبل ازین بتا دیا خدائے عزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسولؐ نے جس شخص کی پیروی اور اس سے اخذ کرنے کا حکم دیا ہے وہ ائمۂ ھدیٰ ہیں جن کی طاعت کو خدائے عزَّ وَجَلَّ نے بندوں پر واجب کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہر سوال کو ان کی طرف لوٹایا جائے۔

روایت ہے کہ خراسان کا ایک شخص حج کرنے کے لئے گیا اور ابو حنیفہ سے ملاقات کی اور ان سے بعض مسائل قلمبند کئے، پھر دوسرے سال واپس آیا اور ان سے ملاقات کی اور دوبارہ وہی مسائل ان سے دریافت کئے تو ابو حنیفہ کی رائے ان تمام مسائل کے بارے میں مختلف ہوگئی تھی۔ خراسانی نے سر پر خاک اڑا دیا اور واویلا کیا اور لوگ اس کے گرد جمع ہوئے، اس نے کہا: اے لوگو! اس شخص نے گزشتہ سال مجھے چند فتوے تھے جو اس کتاب میں درج ہیں، جب میں واپس اپنا ملک گیا تو اس کے مطابق میں نے فرجوں کو حلال کیا اور خون بہایا اور مال کا لین دین کیا۔ جب میں اس سال آیا تو یہ ان تمام باتوں سے پھر گئے، ابو حنیفہ نے کہا: وہ میری رائے تھی جس کا میں نے اظہار کیا تھا مگر اب میری رائے اس کے برعکس ہے۔ خراسانی نے ان سے کہا: وائے ہو تم پر، شاید اس سال بھی تمہاری نئی رائے لیکر جاؤں گا اور آئندہ سال تُو اس سے پھر جائیگا۔ ابو حنیفہ نے کہا: مجھے معلوم نہیں،

خراسانی نے کہا: مگر مجھے معلوم ہے تجھ پر خدا، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ عامہ کے تمام اہلِ فتویٰ کا یہی حال ہے، یعنی ان میں سے ایک کچھ کہتا ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے، اس سے لوگ اخذ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، اس کے بعد وہ اپنی رائے سے پھر جاتا ہے اور اسی طرح اپنے قول کی خلاف ورزی کرتا ہے، بات یہاں تک پہنچتی ہے کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو جان چھڑانے کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہوتی ہے۔ اگر اس بحث میں پڑ جائیں تو بات طول پکڑتی ہے۔

اور ان ہی لوگوں نے جو بزعم خود فقیہانِ دین ہیں شیخین [ابوبکرؓ وعمرؓ] سے روایت کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث بیان کی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ: قریش کو آگے کرو، تم ان سے آگے مت ہو جاؤ، ان سے سیکھو اور تم انہیں مت سکھاؤ۔ نیز آپؐ نے فرمایا: امامت قریش میں ہے، یہ ان کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے جو قریش کے تقدم کا موجب بنتی ہے اور اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ان کا قول رسولؐ کے قول کا ہمردیف ہے۔ اور یہی روایت ان لوگوں کی تکفیر پر بھی دلیل ہے جنہوں نے ان بتوں [یعنی فقہا] کی باتوں کو قبول کیا ہے، اور ان لوگوں پر جنہوں نے ان کی بات مانی ہے لازم کرتی ہے کہ خدا کی بات کو رد کریں اور پیغمبر کی بات کی تکذیب کریں، اس لئے کہ یہ ایسے لوگ نہیں جن کی کوئی فضیلت بیان ہوئی ہو، اور لوگ اس بات پر مامور نہیں ہوئے ہیں کہ ان کی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں اور ان کا تعلق بھی خاندانِ قریش سے نہیں ہے۔ پس انھوں نے اس روایت کے ذریعے امت کو شک میں ڈالا ہے جیسا کہ شیوخ نے ڈالا تھا، اگر وہ خدا کے معاملے میں صادق تھے اور رسول اللہؐ کے فرمان کے مطابق حکم کرتے تو ان کو اقرار

کرنا چاہئے تھا کہ آپؐ نے اپنے وصی پر نص کی تھی اور ان سے اس کی بیعت لی تھی، اور ان کو اُن کی طاعت واقتدا کرنے اور اُن سے سیکھنے کی وصیت کی تھی۔ تب ہی اس روایت کا حق ادا کیا ہوتا اور امّت کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا ہوتا اور خود کو آگ اور عذاب سے نجات دلائی ہوتی، پس اگر مالک اور ان جیسے لوگوں کی رائے قبول کرنا واجب ہے تو ہر اس شخص کی طاعت بھی واجب ہے جس نے خدا کے دین میں خود کو اپنی رائے اور قیاس سے فتوے دینے اور رسول اللہؐ کی امّت کے فرومایہ اور کمینہ لوگوں کو گمراہ کرنے لئے منصوب کیا ہے۔ اسلئے کہ صورتحال ایک ہی ہے اور قیاس دونوں میں داخل ہے اور [اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ] اللہ عزَّ وَجَلَّ کا قول جو قرآن میں اس کے نبی کے ذریعے نازل ہوا ہے باطل ہوگا، جبکہ ارشاد ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً: ترجمہ: میں نے آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کرلیا (۵:۳)۔ ہم ایمان کے بعد کفر سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور شیطان کے دوستوں کی بیہودہ باتیں سننے سے بھی اور خدائے رحمان کے قول کو ترک کرنے سے بھی [خدا کی پناہ مانگتے ہیں] خدا اپنے فضل وکرم سے ہمیں بچائے اور اپنی رحمت سے ہماری کمی کو پوری کرے اور اپنی طاعت پر عمل کرنے والوں میں سے بنائے اور اپنے نبی محمد سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے اہلِ بیت کے صاحبانِ امر سے علم حاصل کرنے والوں میں سے بنائے، اس بارے میں اگر چھان بین کریں اور دلائل پیش کریں تو ہماری اس کتاب کی حد سے خارج ہوں گی، مگر ہم نے شرط رکھی ہے کہ ہر موضوع پر اختصار سے کام لیں گے۔

امام جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے ابو حنیفہ سے جو آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے فرمایا: اے نعمان! جہاں تمہیں خدا کی کتاب اور رسول اللہؐ کی حدیث میں کوئی حکم نہیں ملتا ہے تو وہاں کس چیز پر اعتماد کرتے ہو؟ ابو حنیفہ نے کہا: جہاں ان دونوں میں کوئی حکم نہیں ملتا ہے وہاں قیاس کرتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اور غلطی کی، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آدم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اس نے کہا: میں اس سے اچھا ہوں، مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے خاک سے۔ اور اس کا قیاس یہ تھا کہ آگ ایک ایسا عنصر ہے جو خاک سے شریف تر ہے۔ پس دائمی عذاب میں مبتلا ہوا۔ اے نعمان! منی اور پیشاب میں سے کونسی چیز زیادہ پاک ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا: منی۔ امامؑ نے فرمایا: خدائے عزَّ وَجلَّ نے پیشاب کے لئے وضو لازم کیا اور منی کے لئے غسل۔ اگر قیاس پر عمل کریں تو غسل پیشاب کے لئے لازم آتا ہے۔ خدا کی نظر میں قتلِ نفس سنگین جرم ہے یا زنا؟ ابو حنیفہ نے کہا قتلِ نفس۔ امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قتلِ نفس کے لئے دو گواہ لازم کیا ہے اور زنا کے لئے چار گواہ، اگر بات قیاس سے بنتی تو قتل کے لئے چار گواہوں کی ضرورت ہوتی اسلئے کہ قتل سنگین جرم ہے۔ اللہ کی نظر میں نماز اور روزہ میں سے کونسا افضل ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا: نماز۔ امام نے فرمایا: آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ حائضہ روزہ کو قضا کرے مگر نماز کے لئے قضا لازم نہیں، اور اگر مسئلہ قیاس سے حل ہوتا تو حائضہ کو نمازِ قضا پڑھنی چاہیئے۔ پس اے نعمان خدا سے ڈرو اور قیاس مت کرو، کل ہم سب، ہم تم اور ہمارے مخالفین خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری باتوں کے بارے میں سوال کریگا۔ ہم کہیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور رسول اللہؐ نے فرمایا اور تم اور

تمہارے احباب کہیں گے، ہم نے رائے اور قیاس سے کام لیا۔ پس اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے ساتھ جو سلوک چاہیگا کریگا۔

اور آپؑ ہی سے روایت کہ آپؑ نے ایک دن ابنِ ابی لیلی سے فرمایا: اے عبدالرحمن! کیا تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، اے فرزندِ رسول اللہؐ۔ آپؑ نے فرمایا: کیا کسی سے مال لیکر دوسرے کو دیتے ہو، آیا کسی عورت کو ایک سے چھڑا کر دوسرے کو دیتے ہو، کیا ایک پر حد جاری کرتے ہو اور دوسرے کو زندان میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں، آپؑ نے فرمایا: یہ سارے کام کس دلیل کی بنیاد پر کرتے ہو؟ اس نے کہا خدا کی کتاب کی بنیاد پر۔ آپؑ نے فرمایا: جو کچھ کرتے ہو اس کا حکم قرآن میں ملتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو کچھ خدا کی کتاب میں نہیں ملتا ہے اس کا حکم کہاں سے لاتے ہو؟ اس نے کہا: رسول اللہ [کی سنت] سے حاصل کرتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: کیا ہر چیز خدا کی کتاب اور رسول اللہؐ کی سنت میں مل سکتی ہے؟ اس نے کہا: جو کچھ خدا کی کتاب اور رسول اللہؐ کی سنت میں نہیں پاتا ہوں وہ رسول اللہؐ کے اصحاب سے سیکھتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: کن لوگوں سے؟ اس نے کہا: ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؑ، طلحہ اور زبیر سے، اور آنحضورؐ کے دوسرے صحابیوں کے بھی نام گنے۔ امامؑ نے فرمایا: جو کچھ ان سے اخذ کرتے ہو کیا اس میں وہ سب متفق تھے؟ اس نے کہا: نہیں، آپؑ نے فرمایا: جہاں اختلاف ہو وہاں کس کی بات مانتے ہو؟ اس نے کہا: اپنی رائے کے مطابق جس کا قول ماننا لازم ہو مان لیتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: اور باقی صحابہ کی مخالفت کی تمہیں کوئی پرواہ نہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ امامؑ نے فرمایا: کیا تم علیؑ کے ان فیصلوں کی مخالفت کرتے ہو جن کے بارے میں تمہیں اطلاع ملی ہے کہ یہ آپؑ کے فیصلے ہیں؟ اس نے کہا: بعض

اوقات میں نے ان کی مخالفت کر کے دوسرے صحابہ کے فیصلوں کو قبول کیا ہے۔ پس ابو عبد اللہؑ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے، سوچ میں پڑ گئے، پھر سر اٹھا لیا اور ابو لیلیٰ سے مخاطب ہوئے: اے عبد الرحمٰن! اگر رسول اللہ قیامت کے دن تمہارا ہاتھ پکڑ کر تمہیں خدا کے سامنے کھڑا کرے اور فرمائیں: باری تعالیٰ! اس شخص تک میرا قول پہنچ چکا تھا مگر اس نے اس کی مخالفت کی تو اس وقت کیا جواب دو گے؟ اس نے کہا: اے فرزندِ رسول اللہ! کہاں میں نے آپ کے قول کی مخالفت کی؟ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سُنا ہے آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ہے کہ ''علیؑ تم میں سب سے بڑا قاضی [یعنی فیصلے کرنے والا] ہے؟'' اس نے کہا: ہاں سنا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: پس جب تم نے علیؑ کی مخالفت کی تو کیا اس وقت پیغمبر کی مخالفت نہیں کرتے ہو؟ ابنِ ابی لیلیٰ کا چہرہ زرد پڑ گیا، یہاں تک کہ اس کی شکل چکوترے کی طرح ہو گئی اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

نیز عمرو بن اُذَینہ سے جو ابو عبد اللہ جعفر بن محمدؑ کے اصحاب میں سے تھے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ایک دفعہ میں کوفہ میں عبد الرحمٰن ابنِ ابی لیلیٰ کے پاس گیا جو وہاں قاضی تھا۔ میں نے کہا: خدا آپ کو صلاح کا راستہ دکھائے میں آپ سے بعض مسائل پوچھنا چاہتا ہوں، اس وقت میں نوجوان تھا۔ اس نے کہا: بھتیجے جو چاہو پوچھو۔ میں نے کہا: مجھے خود آپ لوگ یعنی گروہِ قضات کے بارے میں کچھ بتا دیجئے، جب آپ لوگوں کے پاس مال، نکاح وطلاق اور خون کے بارے میں کوئی مقدمہ آتا ہے تو آپ اپنی رائے سے اس کا فیصلہ کرتے ہو۔ پھر یہی مقدمہ ہو بہو مکہ کے قاضی کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ تمہارے فیصلے کے خلاف فیصلہ دیتا ہے، پھر یہی مقدمہ بصرہ، یمن اور مدینہ کے قضات کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ سب

تمہارے فیصلے کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں، پھر تم سب اس خلیفہ کے سامنے حاضر ہوتے ہو جس نے تمہیں کارِ قضاوت پر مامور کیا ہے اور اسے اپنے فیصلوں کے اختلاف سے مطلع کرتے ہو اور وہ تم سب کی رائے کی تائید کرتا ہے جبکہ تمہارا خدا، تمہارا نبی اور تمہارا دین ایک ہے، کیا خدا نے تم کو اختلاف کرنے کا حکم دیا ہے اور تم اس کی اطاعت کرتے ہو، یا اختلاف سے خبردار کیا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو، یا تم خدا کے حکم میں اس کے شریک ہو کہ تم جو چاہو کہو اور اللہ اسے ماننے کا پابند ہے، یا اس نے ایک ناقص دین بھیجا ہے اور اسے مکمل کرنے کیلئے اس نے تم سے مدد طلب کی ہے، یا اس نے تو مکمل دین بھیجا ہے مگر پیغمبر نے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے، یا تم ہی بتاؤ اس بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: اے جوان تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا: بصرہ کا باشندہ ہوں۔ اس نے کہا: کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے کہا: عبدالقیس سے، اس نے کہا: کس خاندان سے؟ میں نے کہا: بنی اُذَینَہ سے۔ اس نے کہا: عبدالرحمٰن بن اُذَینَہ سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا: وہ میرا دادا ہے۔ پس اس نے خوشی کا اظہار کیا، مجھے نزدیک لایا اور کہا: اے نوجوان آپ نے سوال سختی، تندی اور الجھاؤ کے ساتھ پوچھا، انشاء اللہ میں آپ کو اس کا جواب دونگا۔ جہاں تک فیصلوں میں اختلاف کا تعلق ہے، ہمارے پاس جب ایسے مسائل آتے ہیں جن کے حل کے لئے خدا کی کتاب یا اس کے پیغمبر کی سنّت میں کوئی اصل موجود ہو تو ہم کتاب و سنّت سے تجاوز نہیں کرتے، مگر جب ایسے مسائل آتے ہیں جن کا حل خدا کی کتاب اور رسول کی سنّت میں نہیں ملتا ہے تو ہم اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔ میں نے کہا: میرے سوال کا جواب نہیں دیا، اسلئے کہ خدائے عزّ وجلّ کا ارشاد ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ: ترجمہ: ہم

نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں رکھی (۳۸:۶)۔اور کتاب کے بارے میں ارشاد ہے تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ ۔ ترجمہ: ہر چیز کا واضح بیان ہے (۱۶:۸۹) اگر ایک شخص اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کا حکم خدا نے دیا ہے اور اس چیز سے پرہیز کرتا ہے جس سے خدا نے روکا ہے تو کیا تمہاری نظر میں پھر بھی کوئی چیز باقی رہ جاتی ہے جسے انجام نہ دینے کی وجہ سے خدا اسے عذاب کرائے یا انجام دے تو اسے اجر دے؟ اس نے کہا: اللہ تعالےٰ اسے اس کام کا کس طرح اجر دیگا جس کا اس نے حکم ہی نہیں دیا ہے؟ اور اس عمل کو انجام دینے پر کس طرح عذاب کرائے گا جس سے اس نے روکا ہی نہیں؟ میں نے کہا: تمہارے پاس ایسے احکام کس طرح آتے ہیں جن کا خدا کی کتاب میں نہ کوئی اثر ہے اور نہ اس کے نبی کی سنت میں کوئی خبر ہے؟ اس نے کہا: اے میرا بھتیجا! میں تمہیں ایک حدیث سُناتا ہوں جس کی روایت ہمارے بعض اصحاب نے کی جو مرفوعاً عمر ابن الخطابؓ تک پہنچتی ہے جنہوں نے دو آدمیوں کے درمیان ایک ایسا فیصلہ کیا ہے۔ اس وقت جو شخص سب سے زیادہ عمرؓ سے نزدیک بیٹھا تھا اس نے کہا: یا امیرالمومنین! آپ نے درست فیصلہ کیا۔ عمرؓ نے تازیانہ بلند کیا اور کہا: تیری ماں تجھ پر روئے، خدا کی قسم خود عمر کو معلوم ہی نہیں کہ آیا صحیح فیصلہ کیا ہے یا غلط، یہ محض میری رائے تھی جس کا اظہار میں نے اجتہاد کی بنیاد پر کیا ہے۔ ہمارے سامنے ہماری صفائی پیش نہ کرو۔ میں نے کہا: کیا میں بھی ایک [حدیث] بیان نہ کروں؟ اس نے کہا: کونسی حدیث؟ میں نے کہا: میرے والد نے ابوالقاسم عبدیؓ سے، انہوں نے اَبان سے اور اَبان نے علی ابنِ ابیطالبؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا کہ قاضیوں کی تین قسمیں ہیں۔ دو قسمیں ہلاک ہونے والی ہیں اور ایک قسم نجات پانے والی ہے۔ جو دو ہلاک ہونے والے ہیں وہ عمداً ظلم کرنے

والے ہیں اور اجتہاد میں خطا کرنے والے ہیں اور نجات پانے والا وہ ہے جو اللہ کے حکم پر عمل کرتا ہے۔ پس اے چچا یہ حدیث آپ کی حدیث کو رد کرتی ہے۔ [عبد الرحمن نے] کہا: ہاں خدا کی قسم اے میرا بھتیجا۔ تو کیا تُو اس بات کا قائل ہے کہ سب کچھ خدائے عزّ وجلّ کی کتاب میں موجود ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالےٰ کا یہی ارشاد ہے کہ حلال وحرام اور امر ونہی میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ خدائے عزّ وجلّ کی کتاب میں موجود ہے۔ جو خدا کی کتاب کا عارف ہے وہ ان چیزوں کو جانتا ہے اور جو خدا کی کتاب کے بارے میں جاہل ہے وہ اسے سمجھتا نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں کو تو بیان کیا جن کی ہمیں ضرورت بھی نہیں مگر ان چیزوں کو کس طرح بیان نہیں کیا ہے جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس نے کہا: یہ بات کس طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا: اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْهِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْهَا : ترجمہ: پس جو (مال) اس نے اس (باغ) میں خرچ کیا تھا، وہ اس پر صبح کو ہاتھ ملتا رہ گیا (۱۸:۴۲)۔ اس نے کہا: ایسا علم کس کے پاس مل سکتا ہے؟ میں نے کہا: اس شخص کے پاس جسے تم پہچانتے ہو۔ اس نے کہا: اگر میں اسے پہچان لیتا تو میں اس کے پیروں کو دھولیتا، اس سے تعلیم حاصل کرتا اور اس سے سیکھ لیتا۔ میں نے کہا: خدا کے لئے مجھے بتائے کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو جب رسول اللہ سے کوئی چیز مانگتے تو دے دیتے تھے اور جب خاموش ہوتے تھے تو آپ خود آغاز کرتے تھے؟ اس نے کہا: ہاں وہ علی ابن ابیطالبؑ ہیں۔ میں نے کہا: کیا تم نے سُنا ہے کہ علیؑ نے رسول اللہ کے بعد حلال وحرام کے بارے میں کسی سے سوال کیا ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ میں نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ لوگ ان کے محتاج تھے اور ان سے سیکھتے تھے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا: پس وہ [یعنی کتاب کا علم] ان کے پاس ہے۔ اس

نے کہا: وہ تو رحلت کر چکے ہیں اور ان تک ہماری رسائی نہیں۔ میں نے کہا: ان کی اولاد سے پوچھو اسلئے کہ وہ علم ان کے پاس ہے، اس نے کہا: انہیں کس طرح پالوں؟ میں نے کہا: کیا تم نے ایک ایسے گروہ کو دیکھا ہے جو ایک بنجر زمین میں رہ رہے ہیں اور ان کے ہمراہ رہنما بھی موجود ہے۔ پس انہوں نے رہنماؤں پر حملہ کیا بعض کو قتل کیا اور بعض پر ظلم وستم کیا جو باقی رہے وہ ان کے خوف سے بھاگ گئے اور روپوش ہو گئے۔ پھر ان لوگوں کو ایسا کوئی شخص نہیں ملا جو ان کے لئے دلیلِ راہ بن جائے اور نتیجتاً اس بنجر بیابان میں سرگردان رہ گئے یہاں تک کہ ہلاک ہو گئے۔ اس قوم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: جہنم جائیں گے، پھر اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، اس کے ہاتھ میں گلاب کا پھول تھا، اسے زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کیا، ہاتھوں کو ایک دوسرے پر مارا اور کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ائمۂ طاہرین میں سے ایک سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ابوحنیفہ ابو عبد اللہ جعفر بن محمد علیہ افضل الصّلوٰۃ والسّلام کی ملاقات کے لئے گیا۔ امام اس وقت عصا پر ٹیک لگائے گھر سے باہر نکلے۔ ابوحنیفہ نے آپ سے کہا: اے ابوعبد اللہ! یہ لاٹھی کیا ہے؟ آپ ابھی اس عمر کو نہیں پہنچے ہیں کہ لاٹھی کی ضرورت ہو۔ امام نے فرمایا: ہاں، مگر یہ رسول اللہ کی لاٹھی ہے اور میں اس سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ابوحنیفہ نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ رسول اللہ کی عصا ہے تو میں اٹھ کر اسے چوم لیتا۔ ابوعبد اللہ نے فرمایا: سبحان اللہ، اور آستینیں چڑھائیں اور فرمایا: اے نعمان! خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ یہ رسول اللہ کے بال اور پوست ہیں تم نے ان کو تو بوسہ نہیں دیا۔ ابوحنیفہ نے آپؑ کے ہاتھ کو بوسہ دینے کے لئے ہاتھ کو آگے بڑھایا۔ امامؑ نے آستینوں کو نیچے گرا دیا، ہاتھ کھینچ لیا اور گھر میں داخل ہو گئے۔

روایت کی گئی ہے کہ ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ کے احباب میں سے ایک جس کا تعلق شیعوں سے تھا ایک دن ابو حنیفہ کے حلقہٗ [درس] سے گزرا، جبکہ ابو حنیفہ فتویٰ دینے میں مصروف تھے۔ اس نے کہا: اے ابو حنیفہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اپنی بیوی کو ایک ہی بیٹھک میں بغیر طہر کے یا حیض کی حالت میں تین بار طلاق دیتا ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا: عورت اس سے جدا ہو گئی۔ سائل نے کہا: کیا خدائے عزّ وجلّ کا یہ حکم نہیں کہ طلاق عدّت کے ساتھ ہو اور کیا طلاق کی حدود سے تجاوز کرنے سے منع نہیں کیا ہے، اور اسے رسول نے اپنی سنّت بنائی اور اس کی تاکید فرمائی اور اس پر زور دیا؟ ابو حنیفہ نے کہا: ہاں، ہمارا قول یہ ہے کہ اس شخص نے خدا کی نافرمانی کی، رسول اللہ کے ساتھ مخالفت کی مگر اس کی بیوی اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ آدمی نے کہا: اگر ایک آدمی کسی کو وکیل بنائے، تاکہ وہ اس کی دو بیویوں کو طلاق دے، اور اپنے وکیل کو حکم دے کہ ایک کو عدت کے مطابق طلاق دے اور دوسری کو بدعت کے مطابق۔ وکیل اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جس عورت کو بدعت کے مطابق طلاق دینی تھی اسے طلاقِ عدت دی اور جس عورت کو طلاق عدت دینی تھی اسے طلاقِ بدعت دی؟ ابو حنیفہ نے کہا: اس کی طلاق جائز نہیں، سائل نے پوچھا کیوں؟ ابو حنیفہ نے کہا: اسلئے کہ جس کام کے لئے اسے وکیل بنایا گیا تھا اس نے اس کی خلاف ورزی کی۔ سائل نے کہا جب آدمی اپنے مؤکل کی مخالفت کرے تو اس کی طلاق جائز نہیں اور جب وہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ مخالفت کرے تو اس کی طلاق جائز ہوتی ہے؟ پس ابو حنیفہ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: یہ رافضی کا سوال ہے، اور کوئی جواب نہیں دیا۔

اگر ہم اس قسم کے واقعات بیان کرنے بیٹھیں تو بات لمبی ہو جائے گی۔

چنانچہ ابو عبد اللہ جعفر بن محمدؑ اور آپؑ کے اصحاب ابو حنیفہ اور ان کے عراقی ساتھیوں پر اس لئے تنقید کرتے تھے کہ وہ تشیع کے قریب تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب علیؑ کے اصحاب عراق میں تھے تو وہ ان سے سیکھتے تھے، اس لئے وہ اس امید میں تھے کہ وہ شاید واپس حق کی طرف آئیں۔

جہاں تک مالک اور ان کے اصحاب کا تعلق ہے، امامؑ اور ان کے اصحاب ان کی رائے اور عقیدے سے باخبر تھے، چونکہ مالک اثر ورسوخ رکھتے تھے اس لئے امام کے اصحاب ان سے کوئی بحث نہیں کرتے۔ مالک نے ابو عبد اللہ جعفر بن محمدؑ کی باتیں سنی تھیں اس لئے کہ وہ بھی آنحضرتؑ کے ساتھ مدینہ میں تھے۔ تاہم چونکہ امامؑ نے ان سے منہ پھیر لیا تھا۔ اسلئے ان سے کوئی بحث ومباحثہ نہیں کیا، اس نے امامؑ سے دوری اختیار کی تھی، اور ہم اس بات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ اولیائے خدا کسی سے منہ پھیر لیں۔

نیز آنحضورؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ لوگوں سے علم اس طرح نہیں چھین لیتا ہے کہ وہ اسے ایک دم ان سے اٹھالے، بلکہ علم چھیننے کے لئے لوگوں کو علماء سے محروم کرتا ہے، یہاں تک کہ ان میں عالم باقی نہیں رہ جاتا ہے اور لوگ جاہل سرداروں کے پیچھے جاتے ہیں، جب ان سے سوال کرتے ہیں تو وہ بغیر علم کے فتوے صادر کرتے ہیں۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسرں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

اور علیؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا: اس سے قبل کہ علم کو اٹھایا جائے اسے حاصل کرو۔ ہاں میں یوں نہیں کہتا ہوں کہ اس طرح اٹھایا جائے گا، آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا، بلکہ اگر کسی قبیلے میں کوئی عالم ہے تو وہ فوت ہو جائے گا اور اپنا علم بھی

اپنے ساتھ لے جائے گا، اور دوسرے قبیلے میں دوسرا عالم ہے تو وہ بھی مر جائے گا اور وہ بھی اپنا علم اپنے ساتھ لے جائے گا، جب صورتحال یہ ہوگی تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنائیں گے، وہ نصوص کو چھوڑ کر اپنی رائے سے فتوے صادر کریں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ تب یہ امّت ہلاکت کی طرف جائے گی۔

نیز آپؑ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ: جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے تو آسمان و زمین کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

ایک اعرابی نے ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے ایک مسئلہ پوچھا، اور اس نے جواب دیا۔ اعرابی نے کہا: اگر میں نے اس پر عمل کیا تو تمہارے گردن پر۔ ربیعہ خاموش رہا، اعرابی نے دوبار پوچھا اور وہ اسی طرح ساکت تھا۔ ابوعبداللہ جعفر بن محمد سن رہے تھے، آپؑ نے فرمایا: اے اعرابی! خواہ جواب دے یا نہ دے وہ اس کے گردن پر ہے۔

اور ابوجعفر محمد بن علیؑ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، اور جو شخص اس فتویٰ پر عمل کرتا ہے اس کا گناہ اس کے گردن پر ہے۔

اور علیؑ سے روایت ہے، آپ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: انما جو کچھ میں کہتا ہوں میں اس کا ذمہ دار ہوں اور میں اس کا ضامن ہوں۔ جس کھیتی کو تقویٰ کا پانی ملتا ہے وہ سوکھ نہیں جاتی اور جو جڑیں زمین کی تہہ میں اترتی ہیں وہ پیاسی نہیں رہتی ہیں۔ حق اور نیکی اس شخص میں ہوتی ہے جو اپنی قدر و منزلت کو جانتا

ہے اور آدمی کی جہالت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی منزلت کو نہیں جانتا۔ دو آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے ہیں، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے اور وہ راہِ راست سے دور نکلا ہے، اس کا دل بدعت کے فریب میں مبتلا ہے، روزہ اور نماز کا سخت پابند ہے، وہ اس شخص کے لئے فتنہ ہے جس نے اس کی عبادت کا دھوکہ کھایا اور اسلاف کی ہدایت سے بھٹکا ہوا ہے۔ اپنے مقتدیوں کو گمراہ کرتا ہے اور ان تمام لوگوں کے گناہ کا بوجھ گردن پر لیا ہوا ہے جن کو اس نے اپنی کجروی سے گمراہ کیا ہے۔

اور دوسرا وہ شخص ہے جس نے اوباشوں کے درمیان نری جہالت بٹور کر جمع کیا ہے، وہ فتنہ کی تاریکیوں میں لوگوں کو فریب دیتا ہے، لوگ اسے عالم سمجھتے ہیں درحالیکہ اس کا ایک پورا دن بھی علم میں نہیں گزرتا ہے، اس نے ہمیشہ اس چیز میں کثرت کی آرزو کی ہے جس میں قلت ہی بہتر ہے تاکہ بدمزہ پانی سے خود کو سیراب کرے اور بے ہودہ علم جمع کرے اور لوگوں کے درمیان جج بن بیٹھے اور دوسرں کے مشکل مسائل سلجھانے کا ضامن بنے، اگر کسی گزشتہ قاضی کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اپنے حکم میں حق پر نہیں ہوتا ہے، اور اگر کوئی مشکل مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو بیہودہ باتوں کا بھرمار کرتا ہے اور قطعی احکام صادر کرتا ہے، وہ مکڑی کی طرح اپنے شکوک وشبہات کے تانے بانے میں پھنسا ہوا ہے، وہ خود بھی نہیں جانتا ہے کہ آیا حق پر ہے یا باطل پر، اگر حق پر ہے تو خوفزدہ ہے کہ کہیں باطل پر نہ ہو، اور اگر غلطی کی ہے تو یہ امید رکھتا ہے کہ حق پر ہوگا، جس حلقے کا وہ خود منکر ہے اس میں کسی علم کے ہونے کا وہ قائل ہی نہیں ہے اور اپنے مذہب کے سوا کسی مذہب کو دیکھتا ہی نہیں، اگر ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرتا ہے تو اپنی رائے کو غلط نہیں سمجھتا اور اگر کسی معاملے کو

سمجھتا نہیں تو اسے چھپا لیتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنی جہالت کو جانتا ہے، تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ نہیں جانتا ہے، وہ بڑی جسارت سے فیصلہ کرتا ہے اور اسے نافذ کرتا ہے، پس وہ تاریکیوں کی کنجی ہے، وہ شک وشبہ میں ہاتھ پیر مارتا ہے اور جہالت میں کورانہ چلتا ہے، جو کچھ نہیں سمجھتا ہے اس پر معذرت نہیں کرتا تاکہ سلامت رہے اور اپنے علم کے دائرے میں جو کچھ کہتا ہے وہ قطعیت اور یقین سے نہیں کہتا تاکہ بہرہ ور ہو جائے۔ صرف سنی ہوئی باتیں سناتا ہے جیسا کہ ہوا بھوسہ اور تنکوں کو اڑاتی ہے، اس [کے فیصلے] سے میراثیں ماتم کرتی ہیں، خون [ناحق] فریاد کرتا ہے، اس کے غلط فیصلوں کی وجہ سے حلال شرمگاہیں حرام بن جاتی ہیں اور حرام شرمگاہیں حلال ہو جاتی ہیں۔ خدا کی قسم نہ وہ حکم صادر کرنے کا اہل ہے اور نہ اس کے پاس ایک ایسا عہدہ ہونا چاہیئے۔ اے لوگو! آنکھیں کھولو اور سرچشمۂ ظلم کے عیب کو دیکھ لو اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ اطاعت اس شخص کی کرو جس کی عدم معرفت سے تم معذور نہیں سمجھے جاؤ گے، بلاشبہ جو علم آدم لے آئے تھے وہ سب کچھ اور جو انبیاء کی فضیلت کا باعث ہے وہ محمد خاتم انبیاءؐ اور ان کی پاک عترت کے اندر جمع ہے، پس کہاں سرگردان ہو اور کہاں جاتے ہو؟

اور ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص علم اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ علماء پر فخر حاصل کرے یا نادانوں سے بحث کرے یا اس کے ذریعے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لے، یا یہ کہے کہ میں تمہارا سردار ہوں تو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ سردار بننے کا صرف وہی شخص حق رکھتا ہے جو اس کا اہل ہے۔

اگر اختصار کی شرط نہ ہوتی تو ہم اس بارے میں کئی کتابیں لکھ دیتے، ہم

نے اس سلسلے میں جو کچھ بیان کیا وہ اس شخص کے لئے کافی ہے جس کے پاس علم اور سمجھ ہے۔

ہم نے قبل ازین بیان کیا کہ اس قوم نے اپنے خلاف اپنی نادانی اور گمراہی میں ڈوب جانے کا اقرار کیا ہے۔ پس ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ان سے سیکھنا چاہیئے۔ ان کی باتوں کی بنیاد ان کی اپنی رائے اور قیاس ہے، اس میں کتاب و سنّت یا خدا کے پیغمبر یا آلِ نبیؐ سے ہونے والے امام واجبُ الطّاعت کی کسی حدیث کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اور ہم نے آلِ محمدؑ سے ہونے والے اماموں کی حالت بھی بیان کی، اور ہم نے بتا دیا کہ خدائے عزّ وجلّ نے حکم کیا ہے کہ ہم ان کی اطاعت کریں، ان سے علم حاصل کریں اور ان کے امر کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں، اور انھوں نے بھی اپنے لئے یہی لازم سمجھا ہے۔ پس یہی حجّت اور دلیل کے لئے کافی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ وَ عَلَى الْأَئِمَّةِ مِنْ ذُرِّيَّةِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science
Knowledge for a united humanity

Table of Contents

آیاتِ قرآنی

نمبر شمار	حوالۂ آیت (سورہ:آیت)	صفحہ نمبر
۱	۳۷:۲	۵۱
۲	۸۳:۲	۱۰
۳	۹۱:۲	۵۹
۴	۱۲۸-۱۲۷:۲	۶۵
۵	۱۳۶:۲	۱۰
۶	۱۴۳:۲	۶۸،۴۲،۱۶
۷	۱۵۶:۲	۱۰۵،۱۰۳
۸	۲۳۳:۲	۱۵۹
۹	۲۴۸:۲	۶۲
۱۰	۲۵۳:۲	۲۱
۱۱	۲۸۴:۲	۹
۱۲	۷:۳	۴۴
۱۳	۳۱:۳	۱۳۵،۱۳۴
۱۴	۳۴-۳۳:۳	۶۰
۱۵	۵۹:۳	۳۴
۱۶	۹۲:۳	۱۱۱
۱۷	۱۰۴:۳	۶۸
۱۸	۱۱۰:۳	۶۹
۱۹	۱۶۴:۳	۲۱
۲۰	۱۸۳:۳	۵۹
۲۱	۲۰:۴	۱۵۷
۲۲	۵۱:۴	۳۹
۲۳	۵۳-۵۲:۴	۴۰
۲۴	۵۴:۴	۴۲،۴۰
۲۵	۵۷:۴	۴۰
۲۶	۵۸:۴	۴۰
۲۷	۵۹:۴	۴۹،۴۸،۴۷،۴۱،۳۹
۲۸	۶۹:۴	۱۴۶
۲۹	۸۳:۴	۵۲،۴۸
۳۰	۹۶-۹۵:۴	۲۲
۳۱	۱۴۰:۴	۱۱
۳۲	۱۴۹:۴	۹

نمبر شمار	حوالہ آیت (سورہ:آیت)	صفحہ نمبر
۳۳	۱۵۰:۴	۶۴
۳۴	۱۵۳:۴	۸۶
۳۵	۳:۵	۱۶۶،۳۰
۳۶	۵:۵	۲۳،۲۲
۳۷	۶:۵	۱۳
۳۸	۴۱:۵	۹
۳۹	۴۴:۵	۷۱
۴۰	۵۱:۵	۱۱۸،۵۸
۴۱	۵۵:۵	۴۱،۳۲،۲۹،۲۸
۴۲	۶۷:۵	۳۰
۴۳	۳۸:۶	۱۷۱
۴۴	۶۸:۶	۱۱
۴۵	۱۲۰:۶	۱۰۱
۴۶	۳۳:۷	۱۰۱
۴۷	۴۹-۴۸:۷	۵۱
۴۸	۱۲۸:۷	۱۲۱
۴۹	۱۵:۸	۱۴
۵۰	۷۵:۸	۷۴
۵۱	۲-۱:۹	۳۵
۵۲	۱۵-۱۴:۹	۱۳۸
۵۳	۲۲-۱۹:۹	۳۶
۵۴	۲۰:۹	۲۱
۵۵	۳۱:۹	۲
۵۶	۵۲:۹	۱۳۸
۵۷	۱۰۰:۹	۱۹
۵۸	۱۰۵:۹	۴۲
۵۹	۱۱۹:۹	۴۲
۶۰	۱۲۵-۱۲۴:۹	۱۷
۶۱	۳۵:۱۰	۷۲
۶۲	۶۴-۶۳:۱۰	۱۴۱
۶۳	۹۹:۱۰	۱۱۷
۶۴	۳:۱۱	۲۱
۶۵	۱۷:۱۱	۳۸،۳۷
۶۶	۷:۱۳	۴۴

نمبر شمار	حوالۂ آیت (سورہ:آیت)	صفحہ نمبر
۶۷	۱۹:۱۳	۱۳۸
۶۸	۲۳:۱۳	۳۵
۶۹	۲۸:۱۳	۹
۷۰	۴۳:۱۳	۴۳
۷۱	۳۵:۱۴	۷۳،۶۶
۷۲	۳۶:۱۴	۱۱۸،۶۶،۶۱،۵۸
۷۳	۳۷:۱۴	۶۶
۷۴	۴۲:۱۵	۱۴۷
۷۵	۷۵:۱۵	۴۹
۷۶	۳۱:۱۶	۴۵
۷۷	۴۳:۱۶	۱۴۸،۵۳
۷۸	۸۹:۱۶	۱۷۱
۷۹	۱۰۶:۱۶	۹
۸۰	۱۲۰:۱۶	۷۰
۸۱	۳۶:۱۷	۱۳
۸۲	۳۷:۱۷	۱۴
۸۳	۵۵:۱۷	۲۱

نمبر شمار	حوالۂ آیت (سورہ:آیت)	صفحہ نمبر
۸۴	۵۹:۱۷	۸۷
۸۵	۶۵:۱۷	۱۴۷
۸۶	۷۱:۱۷	۵۳
۸۷	۹۳-۹۰:۱۷	۸۶
۸۸	۱۳:۱۸	۱۷
۸۹	۲۹:۱۸	۱۰
۹۰	۴۲:۱۸	۱۷۲
۹۱	۵۵-۵۴:۱۹	۱۵۳
۹۲	۱۳۲:۲۰	۱۵۲
۹۳	۱۳۳:۲۰	۸۷
۹۴	۷:۲۱	۱۴۸،۲۶
۹۵	۲۹:۲۲	۱۵
۹۶	۷۷:۲۲	۱۵
۹۷	۷۸-۷۷:۲۲	۴۳
۹۸	۴-۱:۲۳	۱۲
۹۹	۳۰:۲۴	۱۲
۱۰۰	۲۳:۲۵	۱۰۴،۲۳

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

نمبر شمار	حوالہ آیت (سورہ:آیت)	صفحہ نمبر
۱۰۱	۴۳:۲۵	۱۶۳
۱۰۲	۶۲:۲۵	۱۲۲
۱۰۳	۶۴:۲۵	۱۲۲
۱۰۴	۷۲:۲۵	۱۴
۱۰۵	۷۴:۲۵	۴۸
۱۰۶	۸۳:۲۵	۴۸
۱۰۷	۲۱۴:۲۶	۳۱
۱۰۸	۵۵:۲۸	۱۴
۱۰۹	۵۶:۲۸	۱۱۷
۱۱۰	۴۳:۲۹	۷۲
۱۱۱	۴۹:۲۹	۱۴۸،۷۲،۴۳
۱۱۲	۱۹:۳۱	۱۴
۱۱۳	۲۳:۳۳	۱۴۵،۱۴۳
۱۱۴	۳۳:۳۳	۷۳،۶۹
۱۱۵	۵۶:۳۳	۵۶
۱۱۶	۷۰:۳۳	۱۰
۱۱۷	۱۳:۳۴	۶۱،۶۰
۱۱۸	۴۷:۳۴	۱۲۹،۱۲۸
۱۱۹	۲۸:۳۵	۷۲
۱۲۰	۳۲:۳۵	۴۵
۱۲۱	۳۳:۳۵	۴۵
۱۲۲	۶۵:۳۶	۱۵
۱۲۳	۱۳۰:۳۷	۶۱
۱۲۴	۲۶:۳۸	۱۶۳
۱۲۵	۶۳-۶۲:۳۸	۱۴۵،۱۳۹
۱۲۶	۹:۳۹	۱۴۸،۱۴۶،۷۲
۱۲۷	۱۸-۱۷:۳۹	۱۱
۱۲۸	۵۳:۳۹	۱۴۶،۱۴۲
۱۲۹	۵۵:۳۹	۱۶۴
۱۳۰	۷:۴۰	۱۴۴
۱۳۱	۲۸:۴۰	۶۰
۱۳۲	۴۶:۴۰	۶۱
۱۳۳	۷-۶:۴۱	۵،۴
۱۳۴	۲۲:۴۱	۱۳

Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science

نمبر شمار	حوالہ آیت (سورہ:آیت)	صفحہ نمبر
۱۳۵	۴۲:۲۲-۲۳	۱۳۱
۱۳۶	۴۲:۲۳	۱۲۶،۱۲۷،۱۲۸،۱۲۹، ۱۳۱،۱۳۲
۱۳۷	۴۳:۴۴	۴۴
۱۳۸	۴۴:۴۱-۴۲	۱۴۵
۱۳۹	۴۵:۲۳	۱۶۳
۱۴۰	۴۶:۱۵	۱۵۹
۱۴۱	۴۷:۴	۱۴
۱۴۲	۴۹:۷	۱۳۵
۱۴۳	۴۹:۱۴	۲۴
۱۴۴	۴۹:۱۷	۲۴
۱۴۵	۵۱:۳۵-۳۶	۲۴
۱۴۶	۵۳:۳-۴	۱۶۳
۱۴۷	۵۶:۱۰-۱۱	۱۹،۷۰،۷۳
۱۴۸	۵۷:۱۰	۲۲
۱۴۹	۵۷:۲۱	۱۹
۱۵۰	۵۸:۱۱	۲۲،۱۴۸
۱۵۱	۵۹:۷	۸۰
۱۵۲	۵۹:۸	۲۰
۱۵۳	۵۹:۹	۱۳۵
۱۵۴	۵۹:۹-۱۰	۲۰
۱۵۵	۶۱:۶	۸۴
۱۵۶	۶۲:۹	۱۵
۱۵۷	۶۶:۶	۱۵۲
۱۵۸	۷۲:۱۸	۱۶
۱۵۹	۸۸:۲-۴	۲۳

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

اسمائے ائمہ طاہرین علیہم السّلام

نمبر شمار	اسم	صفحہ نمبر
۱	حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام	۵، ۱۸، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۳، ۴۴، ۵۰، ۵۳، ۵۵، ۶۷، ۶۹، ۷۰، ۷۳، ۷۴، ۷۸، ۷۹، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۸، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۵۰، ۱۵۴، ۱۵۹، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۷۶
۲	حضرت حسن علیہ السّلام	۳۴، ۳۵، ۵۳، ۶۷، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۸۴، ۱۴۱، ۱۴۲
۳	حضرت حسین علیہ السّلام	۳، ۳۵، ۵۳، ۶۷، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۸۴، ۱۴۱، ۱۴۲
۴	حضرت علی بن حسینؑ (امام زین العابدینؑ)	۸۴، ۱۲۴
۵	حضرت ابو جعفر محمد بن علیؑ (امام محمد باقرؑ)	۳، ۵، ۲۵، ۲۸، ۳۱، ۳۹، ۴۸، ۵۴، ۵۵، ۸۴، ۹۵، ۹۶، ۱۰۸، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۷۶

ISW LS Institute for Spiritual Wisdom and Luminous Science Knowledge for a united humanity

نمبر شمار	اسم	صفحہ نمبر
۶	حضرت ابوعبداللہ جعفر بن محمدؑ (امام جعفر صادقؑ)	۲، ۴، ۵، ۷، ۱۲، ۱۷، ۲۳، ۲۵، ۳۷، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۷، ۶۲، ۶۴، ۶۹، ۸۴، ۹۲، ۹۳، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۸
۷	حضرت امام مہدی باللہؑ	۱۰۴، ۱۰۵
۸	حضرت امام القائم بامر اللہؑ	۱۰۵
۹	حضرت امام منصور باللہؑ	۷۵، ۱۰۵، ۱۰۶

www.monoreality.org

ISBN 190344024-6

9781903440247